

سرکاری رپورٹ (مباحثات)

ستر اوائل اجلاس

بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ 21 نومبر 2019ء بروز جمعرات بمطابق 23 ربیع الاول 1441 ہجری۔

صفحہ نمبر	مندرجات	نمبر شمار
03	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	1
04	وقفہ سوالات۔	2
53	توجہ دلاؤ نوٹسز۔	3
61	رخصت کی درخواستیں۔	4
62	قرارداد نمبر 27 منجانب: حاجی محمد نواز، رکن اسمبلی۔	5
63	قرارداد نمبر 59 منجانب: جناب ثناء اللہ بلوچ، رکن اسمبلی۔	6
63	مشترکہ قرارداد نمبر 65 منجانب: جناب ثناء اللہ بلوچ اور میر اختر حسین لانگو، اراکین اسمبلی۔	7
63	قرارداد نمبر 70 منجانب: جناب نصر اللہ خان زیرے، رکن اسمبلی۔	8
73	سرکاری کارروائی برائے قانون سازی۔	9
75	باضابطہ شدہ تحریک التوا نمبر 1 پر بحث۔	10

ایوان کے عہدیدار

اسپیکر-----میر عبدالقدوس بزنجو
ڈپٹی اسپیکر-----سردار بابر خان موسیٰ خیل

ایوان کے افسران

سیکرٹری اسمبلی-----جناب صفدر حسین
ایڈیشنل سیکرٹری (قانون سازی)۔۔۔جناب عبدالرحمن
چیف رپورٹر-----جناب مقبول احمد شاہوانی

☆☆☆

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 21 نومبر 2019ء بروز جمعرات بمطابق 23 ربیع الاول 1441 ہجری، بوقت شام 04 بجکر 35 منٹ پر زیر صدارت سردار بابر خان موسیٰ خیل، ڈپٹی اسپیکر، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔
تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوْا اِلَى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ
عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ لَا اَعْدَتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاءِ
وَالضَّرَّاءِ وَالْكُظُمِيْنَ الْعَظِيْمِ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ﴿۱۳۴﴾ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۵﴾

﴿ پارہ نمبر ۲ سُوْرۃ ال عمران آیات نمبر ۱۳۲ تا ۱۳۴ ﴾

ترجمہ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اور حکم مانو اللہ کا اور رسول ﷺ کا تاکہ تم پر رحم ہو۔ اور دوڑو و بچشش کی طرف اپنے رب کی اور جنت کی طرف جس کا عرض ہے آسمان اور زمین تیار ہوئی ہے واسطے پرہیزگاروں کے۔ جو خرچ کیے جاتے ہیں خوشی میں اور تکلیف میں اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو اور اللہ چاہتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمِ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جزاک اللہ وقفہ سوالات جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 144 دریافت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: thank you جناب اسپیکر۔ Question No 144

☆ 144 نصر اللہ خان زیرے، رکن اسمبلی:

کیا وزیر صحت ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ مالی سال 2018-19ء کے بجٹ میں مفتی محمود میموریل ہسپتال کیلئے کل کس قدر اسامیوں کی منظوری دی گئی ہے نیز حکومت ان اسامیوں کو کب تک پُر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تفصیل دی جائے۔

وزیر صحت:

چار پوسٹیں ہیں جس میں تین ڈینٹل سرجن ایک میڈیکل آفیسر کی ہے، جس کو پُر کیا گیا ہے۔ جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! ایک تو یہ ہے کہ اجلاس اتالیٹ شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہونا تو یہ چاہیے کہ متعلقہ منسٹر صاحب کو پتہ ہونا چاہیے کہ آج ہاؤس میں کس ڈیپارٹمنٹ کے سوالات ہیں۔ تو کم از کم وزیر صاحب کو موجود ہونا چاہیے۔ اس کے ڈیپارٹمنٹ کو موجود ہونا چاہیے۔ اب آپ دیکھیں کہ ہم نے پتہ نہیں کہ یہ سوال کب کیا تھا آج اسکا جواب آیا ہے۔ اور جواب دینے والا ہاؤس میں کوئی نہیں ہے آپ رولنگ دیدیں کہ منسٹر صاحب آجائیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: منسٹر صحت آئے ہوئے تھے اُن کو میں نے کہیں دیکھا۔ اب پتہ نہیں یہاں کیوں نہیں آئے۔ ان کا جواب تو ویسے آ گیا ہے اگر آپ مطمئن ہیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: نہیں جناب اسپیکر! میرا سپلیمنٹری ہے۔ میں پوچھوں گا مزید اس میں جو میرا question ہے مفتی محمود میموریل ہسپتال کچلاک سے متعلق۔ تو اس کا مجھے ضمنی سوالات کے جوابات کون دیگا؟ جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ تشریف رکھیں ان سوالوں کو بعد میں کرتے ہیں جب صحت کی منسٹر آجائے۔ جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 152 دریافت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: Question No 152

جناب ڈپٹی اسپیکر: اس کا جواب موصول ہوا ہے۔

☆ 152 جناب نصر اللہ خان زیرے، رکن اسمبلی:

کیا وزیر ہائر ایجوکیشن ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ محکمہ ہائر ایجوکیشن میں لیکچررز کی خالی پڑی ہوئی

آسامیوں کی کل تعداد کس قدر ہے اور مالی سال 2018-19ء کے بجٹ میں لیکچرارز کی کل کس قدر اسامیاں تخلیق / منظور کی گئی ہیں ضلعوار تفصیل دی جائے نیز ان اسامیوں کو کب تک پُر کیا جائے گا تفصیل بھی دی جائے۔

وزیر ہائر ایجوکیشن:

محکمہ ہائر ایجوکیشن حکومت بلوچستان نے 2019ء میں لیکچرارز کی کل 822 اسامیاں بلوچستان پبلک سروس کمیشن کو مشتہر کرنے کی درخواست کی تھی۔ اور ان تمام اسامیوں پر ٹیسٹ کا شیڈول دے دیا ہے اور ٹیسٹ جاری ہیں۔ مزید تفصیل یہ کہ ان 822 اسامیوں میں 2018 کی 60 زیر التوا اسامیاں بھی شامل ہیں اس کے علاوہ 2018 کی زیر التوا شدہ 65 اسامیوں پر تعیناتی کے پہلے ہی احکامات صادر کئے جا چکے ہیں، جن میں 26 مرد اور 39 خواتین لیکچرارز شامل ہیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر صاحب! میرا سوال تھا محکمہ ہائر ایجوکیشن لیکچرارز کی خالی پڑی ہوئی، سامیوں کی کل تعداد کس قدر ہے اور مالی سال 2018-19ء کے بجٹ میں لیکچرارز کی کل کس قدر اسامیاں تخلیق منظور کی گئی ہیں ضلع وار تفصیل دیجائے۔ نیز ان اسامیوں کو کب تک پُر کیا جائیگا؟ ابھی جناب اسپیکر! میں نے ضلع وار تفصیل مانگی ہے لیکن وزیر موصوف نے جواب بڑا مختصر دیا ہے، ضلع وار کوئی تفصیل اس میں نہیں ہے۔

حاجی محمد خان لہڑی (وزیر تعلیم): جناب اسپیکر! کیونکہ یہ جتنے ہماری ہائر ایجوکیشن کے لیکچرارز کی ہیں اور انہوں نے پبلک سروس کمیشن کو بھیج دی ہیں ان کا اشتہار بھی آ گیا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ میرے خیال میں ایگزام بھی ابھی ہو رہے ہیں یا ہونے والے ہیں۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ جیسے ہی ہو جائیں گے تو وہ تفصیل وار district wise وہ آ جائیں گے آپ کے پاس۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: ایسا ہے کہ جناب اسپیکر صاحب! ہونا تو یہ چاہیے کہ جو جس جس ڈسٹرکٹ کے جتنی پوسٹیں ہیں ڈیپارٹمنٹ کو پتہ ہوتا ہے کہ اس ڈسٹرکٹ کی اتنی پوسٹیں ہیں تو یہ تفصیل نہیں ہے۔ دوسری یہ ہے کہ کب تک یہ پوسٹیں۔ کب تک امکان ہے کہ یہ مشتہر ہو جائیں گے؟ کب تک ٹیسٹ وغیرہ ہوں گے اس بارے میں وزیر صاحب اگر بتادیں۔

وزیر تعلیم: جناب اسپیکر! کیونکہ یہ جو پوسٹیں ہمارے لیکچرارز کی ہیں یہ زونل وائر ہوں گے ڈسٹرکٹ وائر نہیں ہونگے۔ ہر زونل کا الگ کوٹہ ہوتا ہے پھر اس کے بعد اس کو یہیں پر district wise distribut کیا جاتا ہے۔ جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکر یہ۔ جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 206 دریافت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر Question No. 206

وزیر تعلیم: پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

☆ 206 جناب نصر اللہ خان زیرے، رکن اسمبلی:

کیا وزیر ثانوی تعلیم ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ باہم معذوری ایکٹ Person With Disability Act 2017 کے تحت کل کتنے اسکولوں تک افراد باہم معذوری کو رسائی حاصل ہے نیز اسکولوں کو افراد باہم معذوری کیلئے قابل رسائی بنانے کے غرض سے اٹھائے جانے والے اقدامات کی تفصیل دی جائے۔ وزیر تعلیم: جواب موصول نہیں ہوا۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر صاحب! یہاں وزیر صاحب کا جو میرے سامنے ٹیبل پر پڑا ہوا ہے جواب موصول نہیں ہوا ہے۔

وزیر تعلیم: کیونکہ یہ Question اور Answer بعد میں آئے تھے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ چیک کریں اس کا سوال ٹیبل کر دیا ہے۔

وزیر تعلیم: ٹیبل کر دیا ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! میرا جو سوال تھا وزیر موصوف سے۔ کیا وزیر ثانوی تعلیم ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ باہم معذوری ایکٹ person with disability act 2017 کے تحت کل کتنے اسکولوں تک افراد باہم معذوری کو رسائی حاصل ہے؟ نیز سرکاری اسکولوں کو افراد باہم معذوری کے لیے قابل رسائی بنانے کی غرض سے اٹھائے جانے والے اقدامات کی تفصیل دی جائے۔ منسٹر صاحب نے بڑا مختصر سا جواب دیا ہے۔ حکومت بلوچستان محکمہ تعلیم کے زیر اہتمام زیر انتظام چلنے والے تمام سرکاری اسکولوں میں پہلے ہی سے معذور افراد کے داخلے لینے پر کسی قسم کی کوئی پابندی، قدغن نہیں ہے۔ اور معذور افراد سرکاری اسکولوں میں باقاعدہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ کیونکہ باہم معذوری ایکٹ 2017 سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ کے لیے ذریعہ منظور، نافذ کیا گیا ہے۔ لہذا محکمہ تعلیم سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے فراہم کردہ تجاویز اور راہنمائی guideline کے مطابق سرکاری اسکولوں کو باہم معذور افراد کے لیے قابل رسائی بنانے کی غرض سے اقدامات اٹھائے جائیں گے۔ جناب اسپیکر صاحب! بنیادی طور پر میرا سوال یہ تھا کہ دنیا بھر میں معذور افراد کے لیے اسکولوں، کالجوں، ہسپتالوں، ایئر پورٹس، پبلک جتنے بھی مقامات ہیں وہاں معذور افراد کے لیے ہر جگہ وہاں بندوبست ہوتا ہے۔ سیڑھیوں پر چلنے کے لیے بھی وہاں بندوبست ہوتا ہے۔ پارکنگ میں بھی ان کے لیے بندوبست ہوتا ہے۔

میراجو سوال ہے وہ یہ ہے کہ حکومت نے یاسوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ نے ابھی تک کتنے اسکولوں میں، کس یونیورسٹی میں، کس کالج میں، کس ہسپتال میں معذور افراد کے لیے بندوبست کیئے ہیں؟ even اگر معذور افراد ہمارے اسمبلی آجائیں، یہاں ان کو سیڑھیاں چڑھنے کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ کوئی لفٹ یا کوئی اور ایسی چیزیں نہیں ہیں۔ میرا سوال بنیادی طور پر یہ تھا۔

وزیر تعلیم: کیونکہ ہم نے ہر اسکول میں معذور کے لیے ریپ بنائے ہیں یہاں۔ لیکن ان کی تفصیل سوشل ویلفیئر کے پاس ہے کہ آیا کتنے ہیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جی منسٹر صاحب!

میرا سدا اللہ بلوچ (وزیر سماجی بہبود): جناب اسپیکر صاحب! یہ question چونکہ سوشل ویلفیئر کا نام لے رہا تھا مجھ سے متعلق ہے اس حوالے سے میں کچھ بولنا چاہتا ہوں۔ ایک ویلفیئر اسٹیٹ میں جہاں بنیادی ضروریات ہوتی ہیں، یہ ہونا چاہیے۔ ہم ترقی پذیر ملک میں رہ رہے ہیں، backward ہیں ہم۔ یورپ کے سسٹم یہاں ہے نہیں۔ لیکن سوال اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے۔ جس قبیلے اور جس طبقے کی وہ بات کر رہے ہیں وہ اس سوسائٹی کے حصے ہیں یہاں سے جنم لیا ہے۔ اُن کا احترام، اُن کی ضروریات ریاست کی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اور آنے والے وقت میں کوشش یہی ہوگی کہ ہر آفس میں، ہر اسکول میں جہاں کئی public place سے ان لوگوں کی بھی زندگی ہے۔ اُن کی بھی ضروریات ہیں۔ کوئی ہسپتال جاتا ہے۔ کوئی اسکول جاتا ہے۔ کوئی سیکرٹریٹ جاتا ہے۔ ابھی سیکرٹریٹ میں پی ایچ ڈی بھی کوئی بندہ ہے لیکن بیچارہ معذور ہے، وہ سیکرٹری سے مل نہیں سکتا ہے۔ چار بندے اس کو اٹھائیں۔ یہ تو ہماری معاشرے میں لوگوں کو بوجھ بنا کر رکھ دیا ہے۔ آنے والے وقت میں recommendation یہی ہوگی کہ ہمارے سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے کہ ان کی باقی دنیا میں جو ان سے سلوک کیا جاتا ہے وہی سلوک اس ملک میں کیا جائے۔ ایک اچھا message ہوگا۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکریہ۔ ایک بار ایجوکیشن کے سوالات فارغ کر دیں پھر اس کے بعد ہیلتھ کو کر لیں گے۔ میرا ذرا دلی ریکی صاحب آپ اپنا سوال نمبر 170 دریافت فرمائیں۔ چونکہ وہ ٹیبل کر دیا گیا ہے۔ دوسرا سوال بھی زابد علی ریکی صاحب کا ہے۔ جناب احمد نواز بلوچ صاحب آپ اپنا نمبر 177 دریافت فرمائیں۔

میرا احمد نواز بلوچ: سوال نمبر 177۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ دو منٹ تشریف رکھیں، وہ اگر سوال کرنا چاہیں تو صحیح ہے ورنہ آپ نہیں آپ پہلے سوال

کریں آپ محرک ہیں اس کے بعد پھر وہ بیشک بولیں۔

☆ 177 میر احمد نواز بلوچ، رکن اسمبلی: 15 اکتوبر 2019 کو مؤخر شدہ

کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ سال 2013ء تا حال صوبہ کے دیگر اضلاع سے بذریعہ تبادلہ اور اٹچمنٹ کی بنیادوں پر ضلع کوئٹہ کے مختلف اسکولوں میں تعینات کردہ اساتذہ کے نام مع ولدیت، عہدہ، گریڈ، جائے تعیناتی اور مستقل جائے تعیناتی کی ضلع وار تفصیل دی جائے۔
وزیر ثانوی تعلیم: جواب موصول نہیں ہوا۔

میر احمد نواز بلوچ: سر! یہ ایسا ہے کہ 2013ء سے 2019ء تک کوئٹہ میں جتنے بھی باہر سے ٹیچرز جو اٹچمنٹ پر آئے ہوئے ہیں انکی تعداد بہت زیادہ ہے۔ یہاں انہوں نے detail کم دیئے ہیں۔ تو میں اس سوال سے مطمئن نہیں ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ مطمئن ہیں؟

میر احمد نواز بلوچ: نہیں ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں ہو؟ اچھا۔ تو ضمنی آپ کا اس میں یہ ہے کہ مکمل detail انہوں نے آپ کو فراہم نہیں کیئے؟

میر احمد نواز بلوچ: بالکل جناب اسپیکر! مکمل detail مجھے نہیں دیا گیا ہے۔

صوبائی وزیر تعلیم: جناب اسپیکر! یہ ہم نے مکمل اس کو ڈیٹا دیا ہے یہاں۔ میرا خیال ابھی جو ٹرانسفر/پوسٹنگ ہوئے ہیں حالیہ دنوں میں۔ بہت سے لوگوں کو ہم نے واپس بھیج دیئے ہیں۔ اگر میرے دوست اس پر مطمئن نہیں ہے۔ چیئرمین آئیں۔ سیکرٹری صاحب بھی آئے ہوئے ہیں۔ میں ان کو حال و احوال بھی کرتا ہوں اگر نہیں ہے تو اگلے اسمبلی اجلاس میں دوبارہ یہ سوال لے کر آئیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: صحیح ہے اس میں آپ آپس میں بیٹھ جائیں۔ جی ملک صاحب! آپ اپنا ضمنی سوال کریں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: شکر یہ جناب اسپیکر صاحب! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جناب اسپیکر اس میں جو تعداد

انہوں نے 428 لوگوں کے دیئے ہیں۔ ایک تو محرک نے یہ کہا کہ یہ تعداد اس سے زیادہ ہے۔ دوسری یہ ہے کہ یہ 428 کوئٹہ سے باہر کے اضلاع سے ہمارے اسکولوں میں آ کر پڑھا رہے ہیں۔ کوئٹہ ایک تو کیمپنٹل ہے جناب اسپیکر صاحب، دوسری بات یہ ہے کہ نہ صرف ٹیچرز یہاں کوئٹہ آ جاتے ہیں بلکہ ہرڈیپارٹمنٹ کی یہی حالت ہے۔ اور ایسے عالم میں کبھی کبھار پانچ سال کے بعد، چھ سال کے بعد کچھ اسامیاں مشتہر ہو جاتی ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ کوئٹہ

کو اس کا جائز حق نہیں ملتا۔ دوسری یہ ہے کہ اگر اس پر بھی بھرتیاں ہو جاتی ہیں پھر ہماری جو خالی اسامیاں ہیں اپنے اضلاع سے وزراء جو ہیں اس قسم کی پریکٹس ہو چکے ہیں۔ وہاں سے اپنی علاقوں میں اسامیاں خالی کر کے یہاں بلا لیتے ہیں اور پھر اپنے علاقوں میں وہ بھرتیاں کر رہے ہیں اور خاص کر جو حال ہی میں ایجوکیشن کے انڈر جو non teaching دو سو سے زیادہ ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب! لوگوں کی بھرتیاں ہوئیں تو آپ نے ان کی میرٹ بھی دیکھی۔ تو میری وزیر موصوف سے یہ گزارش ہے کہ اگر یہ 428 لوگ جنکا باہر کے اضلاع سے ان کا تعلق ہے۔ ان کے اپنی اضلاع ہیں۔ جا کر اپنے اضلاع میں اپنی لوگوں کی خدمت کریں۔ یہاں کوئٹہ میں اتنی بڑی تعداد میں جب ٹیچرز موجود ہیں۔ ان اضلاع میں بہت کمی ہے ٹیچروں کی۔ تو یہ وزیر موصوف ہمیں اس بات کی تسلی دیں گے کہ ان کو واپس ان کے اضلاع میں بھیج دیں گے؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی منسٹر صاحب اس پر وضاحت فرمائیں۔

وزیر تعلیم: جناب اسپیکر! میں یہ بات کہوں کہ ہماری جو SST کے جو ٹیچرز پبلک سروس کمیشن سے بھرتی ہوتے ہیں already ہمارے zonal-wise ان کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ تو یہاں جو میرے دوست نے کہا کہ 428 ٹیچرز یہاں ان کو ٹرانسفر کیا گیا ہے۔ میں نے جیسے پہلے بھی دوست کو کہا کہ حالیہ دنوں میں جو ہم نے تقریباً 575 جو ہمارے پوسٹیں، جو ٹیچرز ہیں ان کو واپس بھی بھیجا ہے۔ اگر اس میں اکاڈکار رہ رہے ہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ ان کو واپس ان کے ڈسٹرکٹوں میں بھیجیں گے۔

میر احمد نواز بلوچ: جناب اسپیکر! اس کو کمیٹی کے حوالے کیا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں ہر چیز، ہر سوال تو کمیٹی میں نہیں جاسکتا۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! ہماری کوئٹہ کی آبادی 23 لاکھ ہے۔ باہر سے لوگ ہماری سیٹوں پر آتے ہیں۔

وزیر تعلیم: تو وہ بھی آپ کے اس ٹائم پوسٹنگ / ٹرانسفر میں یہاں کرانیں تھے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جو بھی تھا، آپ بھی اس حکومت کا حصہ تھے ابھی اپنے آپ کو نہیں نکالیں۔

وزیر تعلیم: میں بھی تھا۔ تو اس ٹائم تو آپ نے کرایا سب سے زیادہ قلعہ عبداللہ، قلعہ سیف اللہ، ہرنائی کے لوگ ڈالے تھے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! اس میں مشکل یہ ہے کہ وہ کوئٹہ کے عوام کی سیٹوں کو

occupy کرتے ہیں۔ وہاں ان کی سیٹیں خالی ہو جاتی ہیں اپنے اپنے ڈسٹرکٹ میں۔ یہاں ناجائز قبضہ کرتے ہیں

ہماری سیٹوں پر۔ اس سے ہمارے کونٹے کے لوگ کہاں جائیں گے؟ یہ وہاں لے جائیں ہمارے کونٹے کی سیٹیں خالی کر لیں تاکہ ہمارے کونٹے کے لوگ ان سیٹوں پر پبلک سروس کمیشن کے ذریعے جو بھی ہو وہ ان سیٹوں پر لگ جائیں مشکل یہ ہے اس میں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ جی ملک صاحب۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: جناب اسپیکر! اس میں آگے بھی اس قسم کا ایک سوال آ رہا ہے۔ میں نے واسا کے حوالے سے دریافت کیا ہے، اس کے اندر بھی بہت سارے لوگ ہیں۔ تو میں یہی ان سے گزارش کرتا ہوں کہ یہ پریکٹس ہماری کونٹے میں ہے اس وقت۔ جس طرح ہمارے دوست نے فرمایا۔ 23 لاکھ اس کی اپنی آبادی ہے۔ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ میرا ٹرانسفر کونٹے ہو جائے تو میں یہاں اپنے بچوں کو پڑھاؤں۔ اور یہاں کے اسکولوں کی تھوڑی بہت اس کے اندر جو پڑھائی ہے۔ کیونکہ باہر کی اسکولوں کی جو حالت ہم دیکھتے ہیں پوری بلوچستان یہاں کونٹے میں جمع ہونا چاہتا ہے۔ میری گزارش ہے آپ سے کہ آپ رولنگ دیدیں۔ اس ڈیپارٹمنٹ کا تو ایک سوال آیا ہے، آگے دوسرے ڈیپارٹمنٹس کے بھی آئیں گے۔ چونکہ ار بھی جناب اسپیکر صاحب! میں دکھاؤں گا آپ کو ابھی واسا میں۔ چونکہ ار میرے گھر میں اگر کوئی ٹیوب ویل لگا ہوا ہے اس کا چونکہ ار ثوب سے آتا ہے تو پھر ضلع کونٹے کے لوگوں کے ساتھ ظلم نہیں ہے؟ میں یہی گزارش کرتا ہوں کہ یہ 428 تو وہ واپس کریں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ایک منٹ جہاں تک میری جان کاری ہے کہ اس میں تو وہ سیٹ بھرتا نہیں ہے وہ تو تنخواہوں سے لیتے ہیں کوئی اٹچمنٹ پر۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: جناب اسپیکر! وہاں کا ٹیچر یہاں اٹیچ ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

وزیر تعلیم: جناب اسپیکر صاحب! جیسے میرے دوستوں نے کہا۔ میں نے ابھی ان کو کہا کہ ہم نے 15 تاریخ سے لے کر 19 تاریخ تک 575 لوگوں کے ٹرانسفر کیے ہیں جو کونٹے میں تھے۔ ہم نے بہت سے جو ٹیچرز تھے ان کے اضلاع میں ہم نے واپس بھیج دیئے ہیں۔ کچھ deadlock-policy کے مطابق اگر یہاں ہیں تو انکا اگر شوہر یہاں نوکری کر رہا ہے تو اس کی بیوی بھی اگر ٹیچر ہے تو اسکی ایک پالیسی ہے گورنمنٹ کی کہ اس کے مطابق ہم نے یہاں رکھنا ہوتا ہے اس کو۔ اگر اس میں کوئی بھی ایک چیز اگر رہ گیا ہے تو ہم ان کو واپس ان اضلاع میں بھیج دیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: صحیح ہے جی۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: جناب اسپیکر صاحب! یہ ساری اُس پالیسی کے تحت شوہر، بیوی والی نہیں ہے۔ اس میں

اگر پانچ، دس یہ شوہر بیوی والے ہیں۔ اُس پالیسی کے تحت اس کو ہم قبول کرتے ہیں۔ باقیوں کو خدا کیلئے واپس بھیجا جائے جناب اسپیکر۔

وزیر تعلیم: واپس بھیج دیں گے انکو جو یہاں ہیں۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی: جناب اسپیکر! اس پر ایک کمیٹی بنائیں تاکہ پتہ چلے کہ یہ لوگ واپس چلے گئے یا اسی طرح خالی آسرے میں ہمیں رکھ رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں تو منسٹر صاحب نے یقین دہانی کرادی کہ ہم کچھ لوگوں کو واپس بھیج دی۔

وزیر تعلیم: جناب اسپیکر! جیسے میں نے پہلے بھی کہا کہ ہم نے بہت سے لوگوں کو واپس بھیجا ہے۔

کچھ deadlock policy کے مطابق یہاں ہیں۔ تھوڑے بہت رہ رہے ہیں ہم انکو واپس بھیجیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ ملک صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی: ایک چھوٹی سی بات۔ جناب اسپیکر صاحب! آپکی رولنگ کے بغیر یہ سوال کا جواب

، خالی سوال کا جواب ہے۔ یعنی وہ محرک مطمئن نہیں ہے۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے اُس پر عملدرآمد نہیں ہوتا ہے۔ پھر یہ سوال ہے اور ادھر سے جواب آجاتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ ہمارے ساتھ ظلم ہے۔ نا انصافی ہے۔ دوسرے ضلعوں کے لوگ ہیں۔ یہاں سے اپنے ضلعوں میں جائیں ادھر اپنے لوگوں کی خدمت کریں۔ اپنے اسکولوں میں پڑھائیں۔

وزیر تعلیم: ویسے پہلے میں نے اپنے دوستوں سے گزارش کی کہ ہمارے SST کے جتنے جو ٹیچرز ہم بھرتی کریں گے آگے وہ زونل وائز ہیں۔ جتنا انکا کوٹہ بنتا ہے یونٹ بیس بنتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ ڈسٹرکٹ وائز ہے کہ ہم نے انکو یہاں لیکر آنا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکر یہ۔

جناب عبدالواحد صدیقی: ایک تو ایسی پالیسی ہونی چاہیے جو کوئٹہ کے لوگ ہیں وہی یہاں ملازمت کریں گے۔

باقی جتنے بھی، کوئٹہ کے حقوق جتنے بھی ملازمت کے ہیں۔ جو لوگ روزگار حاصل کرنا چاہتے ہیں انکے حقوق مارے جاتے ہیں۔ تو ایک ایسی پالیسی کیلئے آپ رولنگ دیں کہ جو لوکل لوگ ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: پالیسی تو آپ لوگوں نے بنانی ہے کیبنٹ میں آپ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب عبدالواحد صدیقی: تو آپ رولنگ دیں۔ میں تو ریکوئسٹر تا ہوں حکومت کے جو وزیر یہاں جتنے بھی

ہیں۔ کم از کم کوئٹہ کے نوجوانوں کی حق تلفی نہ ہو۔ تو پھر ہمارے اضلاع کوئٹہ کے یا دوسرے اضلاع کے لوگ گئے ہیں۔

حال ہی میں تین بندے، ایک پنجگور سے آیا ہے پشین میں۔ ایک خضدار سے اور ایک نصیر آباد سے۔ اس طرح تو

پھر ہمارے اضلاع میں جتنے بھی دوسرے اضلاع کے بندے ہیں انکو فارغ کر دیں۔

وزیر تعلیم: جناب صدیقی صاحب! میرے خیال میں نصیر آباد سے ایک آیا ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: لہڑی صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ میں یہاں سے رولنگ دیتا ہوں۔ میرے خیال سے آگے پھر کارروائی کو بڑھاتے ہیں۔ اس پر میں یہ رولنگ دیتا ہوں۔ (مداخلت۔) ملک صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ آرڈر ان دی ہاؤس۔ اس پر میں یہ رولنگ دیتا ہوں کہ گورنمنٹ پالیسی سے ہٹ کر جو یہاں کونٹے میں آئے ہوئے ہیں دیگر اضلاع سے۔ انکو مہربانی کر کے واپس اپنے ڈسٹرکٹ میں بھجوا دیا جائے۔ جو گورنمنٹ پالیسی سے ہٹ کر ہیں۔

جناب عبدالواحد صدیقی: جناب اسپیکر! ہمارے اضلاع میں جو کونٹے کے بندے آئے ہیں۔ دوسرے اضلاع

سے آئے ہیں تو انکا کیا بنے گا؟ سینکڑوں کے حساب سے۔ ہم بھی ڈیپارٹمنٹ میں ہیں۔ ہمارے ضلع پشین میں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: صدیقی صاحب! ٹرانسفر، پوسٹنگ تو گورنمنٹ کا ایک حصہ ہے۔ وہ تو ہونا ہے۔

جناب عبدالواحد صدیقی: نہیں vacant پوسٹوں کو fill کیئے ہیں۔ اسی مہینے میں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اس پر آپ سوال لائیں۔ اتنا زیادہ وہ نہیں ہے۔ تو ضمنی سوال آپ لے آئیں۔ جی جناب۔

سردار یار محمد رند: آپکی رولنگ ہماری سر آنکھوں پر گمراہ میں میری ریکورڈسٹ یہ ہے۔ یہ بہت serious

مسئلہ ہے۔ اور یہ کونٹے سے اگر آپ انکو نکالنا شروع کریں گے تو پھر کونٹے سے سارے لوگ نکال دیں جو چھپی

دور حکومت کے ہیں انکو بھی نکال دیں۔ اس کیلئے مہربانی کر کے آپ پارلیمانی پارٹیوں کو اعتماد میں لیں۔ انکا ایک ایک

ممبر لیکر کمیٹی بنائیں۔ وہ جو recommendation دیں آپ اگر رولنگ دیں گے تو وہ زیادہ بہتر ہوگا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اس میں سردار صاحب! صرف ایجوکیشن کے حوالے سے جو لوگ ایجنٹ پر یہاں آئے

ہوئے ہیں۔ ایک تو گورنمنٹ پالیسی کے تحت آئے ہوئے ہیں۔ جو لہڑی صاحب نے فرمایا کہ کسی کا شوہر یہاں ہے تو

اسکی بیوی کو بھی یہیں اسکے ساتھ ہونا ہے نا۔ وہ پالیسی سے ہٹ کر جو لوگ یہاں ایجنٹ پر، سفارشات پر آئے

ہوئے ہیں اور لوگوں کی اسمیاں پُر کیئے ہوئے ہیں ان لوگوں کیلئے یہ رولنگ ہے۔

سردار یار محمد رند: آپ سے میری دوبارہ ریکورڈسٹ ہے۔ یہ کیپٹیل ہے۔ یہاں ہر ضلع کا اور ہر علاقے کا حق بنے

گا۔ تو میرے خیال میں اگر رولنگ ہوتی ہے تو یہاں کوئی reference ہم دے سکتے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ آپ

ایک کمیٹی بنائیں۔ ان سے آپ comments لے لیں۔ اس کے بعد آپ کو اختیار ہے جو فیصلہ کریں۔ میری

تجویز یہ ہے آگے آپکی مرضی۔

انجینئر زمر خان اچکزئی (وزیر زراعت و کوآپریٹو): جناب اسپیکر! اس طرح کی پریکٹس پہلے بھی ہوئی ہے۔ کچھ لوگ گورنمنٹ میں رہتے ہوئے بھی اس طرح کے کام کرتے ہیں کہ ایک صوبہ یا ایک ڈسٹرکٹ کا حق دوسرے ڈسٹرکٹ کو دیتے ہیں۔ یہ میں نہیں کہتا ہوں کہ ہمارے منسٹر نے ایسا کیا ہوگا۔ میں آپ کو کچھ سی کچھلی حکومتوں میں یہ بتا دوں کہ جو بھی منسٹر قلعہ عبداللہ سے ہے۔ تو میں اپنے قلعہ عبداللہ سے ٹوٹل لوگوں کو ٹرانسفر کر کے ڈوب میں پھینکوں۔ نصیر آباد میں پھینکوں۔ اور ادھر جو پوسٹیں ہیں انکو خالی رکھ لوں کہ میں اپنے لوگوں کو پھر appoint کر سکوں۔ یہ غلط طریقہ ہے۔ یہ پچھلے لوگوں نے پانچ پانچ سو لوگوں کو appoint کیئے۔ ہزاروں لوگوں کو appoint کیئے۔ کچھلی گورنمنٹوں میں ایسا ہوا ہے کہ ہر ایک اپنے ڈسٹرکٹوں کا خیال رکھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ بلوچستان ہے۔ ہر چیز میرٹ پر ہونی چاہیے۔ ہر صوبے کا، ہر ڈسٹرکٹ کا اپنا حق ہوتا ہے۔ اگر میں آپ کو موسیٰ خیل میں ابھی قلعہ عبداللہ سے ایک آدمی آپکا خالی ہے اور اس پر میں بھیج دوں، ٹرانسفر کر لوں اس صورت میں کہ میں ادھر اپنی پوسٹ خالی رکھ لوں اور اس پر میں اپنا آدمی appoint کروں۔ تو کیا آپ اس کو برداشت کرو گے؟ آپ کبھی بھی نہیں کرو گے۔ جس نے بھی کیا ہے۔ میں آج ایک گورنمنٹ کے وزیر کی حیثیت سے یہ کہتا ہوں کہ پشین کا اپنا حق ہے۔ قلعہ عبداللہ کا اپنا حق ہے۔ نصیر آباد، آواران جدھر بھی ہیں۔ جو ڈسٹرکٹ ہیں یہ نہیں ہونی چاہیے۔ تو آج اس فلور پر جنہوں نے بھی کیئے ہیں۔ پہلے کیئے ہیں یا بعد میں، یہ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر زیارت میں میں قلعہ عبداللہ کا ہوں۔ نور محمد صاحب مجھے کدھر چھوڑیں گے۔ آج بھی کچھ ایسے لوگ پہلے، ابھی کچھ ہوا میرا قلعہ عبداللہ میں بیلہ کا ایک آدمی آیا۔ وہ کہتا ہے کہ میں تو نیا appoint ہوا ہوں۔ کدھر سے ہو۔ قلعہ عبداللہ کی سیٹ پر ہوا ہوں۔ کہاں سے آئے ہو؟ جی بیلہ کاربنے والا ہوں۔ ایک آیا جی میں ڈوب کاربنے والا ہوں۔ بابا تم کدھر سے آئے؟ کہ جی مجھے تو appoint کیئے، تو یہ کونسا طریقہ ہے۔ یہ چیز جو ہوتی ہے یہ نہیں ہونی چاہیے۔ تو پہلے بھی ہوئی ہے اور آج بھی۔ یہ کیٹی کی بھی سپر نہیں کرنی چاہیے۔ کم از کم یہ اگر پالیسی ہے تو ٹھیک ہے۔ اگر پالیسی نہیں ہے تو آپ رولنگ دے دیں کہ ایک ڈسٹرکٹ کا حق دوسرے ڈسٹرکٹ کو نہیں ملنا چاہیے۔ وہ جو چیزیں ہیں اسکو ختم کرنا چاہیے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ۔ جی۔

وزیر خوراک و بہبود آبادی: آپ مجھے بات کرنے دیں مولانا صاحب! پھر آپ بول لیں۔ بات یہ ہے کہ ہم ایک عجیب و غریب بحث میں الجھے ہوئے ہیں۔ ایک حکومت ہے اور اس کا ایک سسٹم ہے۔ سسٹم کے تحت ساری چیزیں چلتی ہیں۔ اگر سسٹم کو کسی کے کہنے پر یا کسی کے سوالات، جوابات جاننے پر سسٹم تبدیل نہیں ہوتا ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! گورنمنٹ آف بلوچستان یا گورنمنٹ آف پاکستان یا گورنمنٹ آف پنجاب یا گورنمنٹ آف

سندھ یا گورنمنٹ آف خیبر پختونخوا۔ انکا اپنا ایک سلسلہ ہے۔ ایک قانون ہے۔ اس کے تحت بھرتیاں ہوتی ہیں۔ اس کے تحت ٹرانسفر پوسٹنگ ہوتی ہے۔ کلاس فورٹھ کی، چار پانچ گریڈ پر وہ ڈسٹرکٹ کا حق ہے۔ وہاں کے مقامی باشندے بھرتی ہوتے ہیں۔ اسی کا حق ہے اور وہاں ہونی چاہیے۔ مثال کے طور پر SST کی پوسٹیں ہیں۔ سترہ گریڈ کی پوسٹ ہے۔ تھروپبلک سروس کمیشن آرہی ہے۔ زونل کوٹے کو ہم نہیں چھیڑ رہے ہیں۔ وہ کیلکولیشن ہوتی ہے۔ زونل کوٹے کا حساب نکالا جاتا ہے۔ میرٹ نکالی جاتی ہے۔ زونل کوٹہ نکالا جاتا ہے۔ اقلیت نکالی جاتی ہے۔ disable نکالا جاتا ہے۔ بھرتی ہو جاتی ہے زون کے تحت۔ جو پرائونٹل ٹرانسفر ہے وہ ہونگے۔ پہلے بھی ہوئے ہیں اور ابھی بھی ہونگے۔ SST ہے۔ وہ transferable ہے۔ وہ کہیں پر بھی جاسکتا ہے۔ بارکھان کا بندہ تربت جاسکتا ہے۔ تربت کا بندہ آپکا جھل مگسی جاسکتا ہے۔ اس پر آپکے باضابطہ رولز ہیں۔ by laws ہیں۔ آپ وہ منگوائیں۔ کہیں پر اگر ambiguity ہے ان میں تو ہم بحیثیت گورنمنٹ یہ ہمیں suggestion دیں ہم انکو ٹھیک کریں گے۔ ایک منٹ ملک صاحب! مجھے بات complete کر لینے دیں۔ آپ ضرور بات کریں۔ بات یہ ہے کہ کوٹہ، میرے دوست سردار صاحب نے فرمایا۔ یہ دارالحکومت ہے۔ ادھر سے ساتھی کہہ رہے ہیں کہ تعلیم، ایجوکیشن other facilities نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ وہ کہہ رہا ہے میں نہیں کہہ رہا ہوں۔ کوٹہ میں آپکو انگلش میڈیم اسکول ملتے ہیں۔ گرائمر اسکول ملتا ہے۔ کانوینٹ ملتا ہے۔ سٹی اسکول ملتا ہے۔ پاک ترک ملتا ہے۔ ہر آدمی کی خواہش ہے کہ میرے بچے اچھی تعلیم حاصل کریں۔ اگر وہ ٹرانسفر ہو کر قانون کے دائرے میں کوٹہ کے سیٹ occupy کرتا ہے۔ کوٹہ دارالحکومت ہے سب کا۔ اگر کوٹہ کے آٹھ، نو ایم پی ایز ہیں۔ جتنا انکا حق ہے اتنا ہی باقی جو آپکے 54 یا 55 ایم پی ایز بیچ رہے ہیں انکا بھی اتنا ہی دارالحکومت پر حق ہے۔ میں تو اس حد تک کہوں گا کہ کلاس فورٹھ کی پوسٹیں ہیں اس پر بھی دارالحکومت کا اس پر کوئی قدغن نہیں ہونی چاہیے۔ یہ نہیں ہونی چاہیے کہ جی یہاں کا بندہ ہوگا۔ اب جو ہے جھل مگسی کا، کچھی کا، چمن کا یہ نہیں ہوگا یہ غلط ہے۔ آپ مہربانی کر کے آپ ہمارے custodian ہیں۔ اس وقت آپ چیئر کر رہے ہیں۔ آپ جلدی نہ کریں please۔ آپ اپنے چیئر میں سیکرٹری S&GAD۔ سیکرٹری فنانس۔ انکو بلا لیں۔ آپ انکی تمام قانون منگوائیں۔ آپ دو، چار ساتھی۔ دو تین ساتھی ادھر سے۔ دو تین ساتھیوں کو بٹھا کر وہ انکو گائیڈ لائن دے دیں گے۔ بتادیں گے کہ کونسی transferable ہیں۔ کونسی کلاس فورٹھ کے ڈسٹرکٹ کا حق ہے۔ کونسی یونین کونسل کی۔ جیسے ابھی ایجوکیشن میں یونین کے پوسٹیں بھرتی ہو رہی ہیں۔ وہ یونین اسی ڈسٹرکٹ میں یونین کا حق ہے۔ اسی طریقے سے جو ٹرانسفر ایبل ہیں۔ جو ضلع سے ڈویژن۔ ڈویژن سے صوبے کی حد تک ہے اُس پر آپ رولنگ دیں گے ایک عجیب duplication ہو جائیگی جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: کھیتران صاحب! میں نے رولنگ میں یہی کہا جو گورنمنٹ پالیسی کے تحت یہاں ٹرانسفرز ہوئی ہیں۔

وزیر خوراک و بہبود آبادی آپ نے رولنگ دے دی۔ جیسے سردار صاحب نے فرمایا ہے دو تین آدمی ادھر سے لے لیں۔ دو تین آدمی بٹھا کر، رولز، تو آپ کے سامنے آ جائیگی۔ دیکھیں گورنمنٹ چل رہی ہے 72 سالوں سے۔ ایک صوبہ چل رہا ہے۔ ایسا تو نہیں ہے کہ جناح روڈ کافٹ پاتھ ہے کہ اسکو ادھر بٹھا دو۔ اسکو ادھر بٹھا دو۔ باضابطہ رولز ہیں۔ قانون ہے۔ ٹرانسفر پوسٹنگ کا ہے۔ بھرتی کا ہے۔ کابینہ نے فیصلے کیئے ہوئے ہیں۔ اس معزز ہاؤس کے پرانے فیصلے ہیں۔ اس پر اگر کوئی ترمیم آتی ہے تو through کیمنٹ اس ہاؤس میں آئیگی۔ جناب اسپیکر صاحب! آپ اگر رولنگ دے دیں گے اگر وہ اس رولز سے متصادم ہے تو وہ منسوخ ہو جائیگی ایک منٹ میں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: میں نے کہا گورنمنٹ پالیسی کے تحت جو ٹرانسفرز، پوسٹنگ یہاں ہوئی ہیں وہ صحیح ہیں۔ وزیر خوراک و بہبود آبادی: جیسے سردار صاحب نے کہا۔ آپ اپنے چیمبر میں بٹھا کر وہ بریف کر دیں گے بات ہی ختم ہو جائیگی۔ بس ٹھیک ہے جو رولز اور ریگولیشن کہتی ہے آپ اس پر رولنگ دے دیں کہ جی جو قانون کہتا ہے اس کے مطابق کسی کے فرمائش پر نہ کریں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہ نہ میں نے کہا جو گورنمنٹ کی پالیسی کے تحت ہے۔ دیکھیں ناں۔ تو اس پر میں نے رولنگ دے دی ناں۔

وزیر خوراک و بہبود آبادی: بس ٹھیک ہے ہمیں قبول ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہ نہ، میں نے کہا جو گورنمنٹ کی پالیسی کے تحت ہے۔ دیکھیں ناں۔ تو اس پر میں نے رولنگ دے دی ناں۔

جناب عبدالواحد صدیقی: ایک پنجگور سے آیا ہے اور ایک نصیر آباد سے۔ اگر پشین کی پوسٹیں خضدار کے کسی بندے سے پُر کیا جاتا ہے تو پشین والے پھر کہاں جائیں گے؟ اور اسی ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ میں۔ اور اسی طرح ہماری ایک ڈیپارٹمنٹ کے کلاس فورتھ کی پوسٹوں کو یہاں کونٹے سے پُر کروادیں۔ آپ کو بھی نظر آ رہا ہے۔ جناب ڈپٹی اسپیکر: صدیقی صاحب! یہ پھر ایک الگ سوال بنتا ہے۔

جناب عبدالواحد صدیقی: یہاں SST کی پوسٹیں ہیں۔ وہ ظاہر ہے کہ ڈویژنل وائز ہیں۔ اور اس کا پھر نقصان یہ ہوگا۔ کونٹے سے ہماری توبہ کا کڑی جو یہاں سے دُور ہے۔ وہاں کونٹے کے بندے رکھے گئے ہیں۔ لیکن کوئی ڈیوٹی دینے کا قابل نہیں رہا ہے۔ ہمارے اسکول کے سارے بچے suffer کر رہے ہیں۔ انکا پھر کیا ہوگا؟ تو اسی لیے ہم

یہ گزارش کرتے ہیں کہ کونٹہ کی پوزیشن الگ ہے۔ اور یہاں کے تمام ڈائریکٹرز کونٹہ میں موجود ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ ڈائریکٹریٹ کے نہیں ہے۔ ضلع کی سطح پر جتنی بھی پوسٹیں ہیں ہم اسکی تائید کرتے ہیں کہ واقعی کونٹہ کے بندے اس پر رکھے جائیں۔ لیکن یہاں ڈائریکٹریٹ کی پوسٹیں ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: صدیقی صاحب! یہ پھر ایک الگ chapter ہیں۔ الگ الگ سوال ہیں۔ ملک صاحب! اس پر میرے خیال سے رولنگ بھی آگئی ہے۔ کارروائی کو آگے بڑھاتے ہیں۔ آپ کا سوال ہے میں وہاں آتا ہوں۔ ملک نصیر احمد شاہوانی صاحب آپ اپنا سوال نمبر 189 دریافت فرمائیں۔ آپ لوگ table پر check کر لیں۔ جہاں تک میری انفارمیشن ہے table کیا ہوا ہے آپ لوگوں کو۔

☆ 189 ملک نصیر احمد شاہوانی، رکن اسمبلی:

کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گزشتہ دور حکومت میں قائم کردہ مختلف اسکولوں کے عمارتوں کی حالت مخدوش ہے اور اُنکے مہندم ہونے کا اندیشہ ہے۔

(ب) اگر جزو الف کا جواب اثبات میں ہے تو ایسے اسکولوں کی کل تعداد کتنی ہے اور ان کی تعمیر پر آمدہ لاگت رقم کی اسکول و ضلع وار تفصیل دی جائے نیز اس ناقص تعمیر پر اگر ذمہ دارن کے خلاف کوئی کارروائی عمل لائی گئی ہے تو تفصیل بھی دی جائے۔

وزیر ثانوی تعلیم

(الف) (ب) صوبہ بھر کے تمام اضلاع کے ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسران نے مطلع کیا ہے کہ گزشتہ دور میں تعمیر شدہ اسکولوں کی کوئی بھی ایسی عمارت سائے نہیں آئی جو کہ مخدوش حالت میں ہو یا مہندم ہونے جا رہی ہو۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اگر ضمنی سوال ذہن میں ہے تو کر لیں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: جناب اسپیکر! پھر آپ انتظار کریں میں تھوڑی تسلی سے پڑھوں گا۔ آپ ایوان کی کارروائی روکیں اُسکے بعد میں دیکھوں گا کہ مجھے کونسا ضمنی سوال کرنا ہے۔ میں نے سوال کیا ہے تو میری ٹیبل پر ایک دن پہلے آنا چاہیے ابھی یہ وزیر موصوف میرے پاس بھیج رہے ہیں۔ اس ایوان کے ساتھ مذاق نہیں ہے تو کیا ہے۔ آپ روک لیں ایوان کی کارروائی ہم جا کر لائبریری میں study کرتے ہیں۔ پھر ہماری تسلی ہو جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں آپ کی بات درست ہے، ویسے پہلے ٹیبل ہونا چاہیے تاکہ آپ پڑھ لیں۔ اگر آپ کو تسلی ہو۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی: جناب اسپیکر! پھر اس کا ایسا پرنٹ ہے کہ میں پڑھ بھی نہیں سکتا۔ شاید آپ کو بھی نظر نہیں آئیگا۔ شاید تیزی میں اس کا پرنٹ بھی صحیح نہیں ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اس سوال کو میرے خیال میں defer کرتے ہیں۔

جناب ثناء بلوچ صاحب: آپ اپنا سوال نمبر 208 دریافت فرمائیں۔

☆ 208 ثناء اللہ بلوچ، رکن اسمبلی:

کیا وزیر ثانوی تعلیم ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع آواران میں تعلیمی معیار کو بہتر بنانے کی غرض سے گزشتہ ایک سال سے کنٹریکٹ کی بنیاد پر تعینات کردہ 500 کے قریب انٹرنز کے کنٹریکٹ کی تجدید نہ کرنے کے باعث مذکورہ ضلع کے تمام اسکولز بند کر دیے گئے ہیں۔

(ب) اگر جزو الف کا اثبات میں ہے تو کیا حکومت ان بند اسکولوں کو فعال بنانے کی غرض سے تعینات 500 کے قریب انٹرنز کو دوبارہ تعینات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تفصیل دی جائے اگر نہیں تو وجہ بتلائی جائے۔

وزیر ثانوی تعلیم:

یہ درست ہے کہ ضلع آواران میں انٹرن شپ کی بنیاد پر افراد تعینات کیئے گئے تھے۔ تاہم ان کی تعداد 524 تھی اور محکمہ تعلیم ضلع آواران میں کل 345 انٹرنیز تعینات کئے تھے۔ اور ان افراد کو ضلع بھر کے مختلف اسکولوں میں تعینات کیا گیا تھا۔ اور یہ اقدام 2013ء میں آنے والے تباہ کن زلزلہ سے متاثرہ اسکولوں کو فعال کرنے کے لئے اٹھایا گیا تھا۔ جبکہ اس کی فنڈنگ حکومت پنجاب نے کی تھی۔ اور اس پر روجیکٹ کو ہاؤسنگ ری کنسٹرکشن اتھارٹی (HRA) کے ذریعے PDMA کی زیر نگرانی شروع کیا گیا تاہم فروری 2019ء سے ان انٹرنیز کے کنٹریکٹ کی تجدید نہیں کی گئی۔ لیکن ضلع کے تمام اسکولز بند نہیں ہوئے، چند ایک غیر فعال ہوئے ہیں۔ تاہم جن اسکولوں میں یہ internees تعینات تھے ان اسکولوں میں تدریسی عمل متاثر ضرور ہوا ہے۔ جس کو cover کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

(ب) اس سلسلے میں ڈپٹی کمشنر آواران نے مجاز حکام کو ایک ریفرنس بھیج دیا ہے جس میں ضلع آواران کے ان انٹرنیز کی بحالی اور ان کے کنٹریکٹ میں دو سال کی مدت کے لئے توسیع کی سفارش کی گئی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی ثناء صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: شکر یہ جناب اسپیکر! میرا جواب ابھی مجھے table پر موصول ہوا ہے لیکن شکر یہ وزیر تعلیم

صاحب کا۔ اس میں میرا سوال یہ تھا کہ بلوچستان کے کافی علاقے، جس طرح آپ کو پتہ ہے کہ کل 20 تاریخ تھا world children day تھا۔ یعنی کل بچوں کا عالمی دن تھا۔ لیکن بلوچستان وہ صوبہ تھا جہاں کوئی 2.05 ملین۔ یعنی 25 لاکھ بچے تعلیم سے محروم ہیں۔ اور اُس میں خاران، آواران بالخصوص ہمارے دور دراز کے تمام اضلاع اس میں شامل ہیں۔ پچھلی دفعہ بھی منسٹر صاحب نے یہ یقین کروائی۔ اور وہ process شروع ہے اور خدا کرے جلدی وہ teachers internees تعینات ہوں تاکہ یہ مسئلہ حل ہو۔ لیکن آواران کا جو مسئلہ ہے وہ انتہائی گھمبیر ہے۔ اس میں کوئی پانچ سو کے قریب اساتذہ تعینات ہوئے۔ اور کوئی 345 internees تعینات ہوئے PDMA میں۔ پھر 19-2018ء کی سمری بھیجی گئی ہے کہ یہ تین چار سو internees ہیں ان کو دوبارہ حکومت بحال کرے تاکہ آواران کے دور دراز علاقے ہیں۔ یہ ویسے جنگ سے متاثرہ ہیں۔ وہاں تعلیمی نظام بحال ہو۔ مجھے یہاں ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر آواران کا جو ایک مراسلہ دیا ہے۔ لیکن اس میں انہوں نے لکھا ہوا ہے کہ ہم نے یہ سمری بھیجی ہے تین سو پینتالیس internees تدریسی عمل کیلئے انتہائی معاون ثابت ہوئے تھے۔ لیکن ان کی کنٹریکٹ کے بعد سکول تو بند نہیں ہوئے تاہم تدریسی عمل متاثر ہوا ہے۔ دفتر بذانہ بذریعہ ڈی سی یعنی internee کی کنٹریکٹ میں دو سال کے اضافے کیلئے حکومت کو لکھا ہے۔ میرے شنید میں کوئی ڈیڑھ یا دو سال سے ان کی فائل کہیں پڑی ہوئی ہے وزیر تعلیم یا چیف منسٹر صاحب کے ٹیبل پر۔ لیکن یہ internees ابھی تک تعینات نہیں ہو رہے ہیں۔ کیا وزیر موصوف صاحب یہ یقین دہانی کروائیں گے کہ وہ ایک دو مہینے میں ان internees کی جو کنٹریکٹ بحال کر دیئے جائیں؟

وزیر تعلیم: جناب اسپیکر! کیونکہ 2013ء میں ہمارے آواران ضلع میں زلزلہ آیا ہوا تھا، وہیں پر تقریباً 5 سو کے قریب ٹیچرز رکھے ہوئے تھے انٹرن شپ کے تحت۔ پنجاب حکومت ان کو pay کر رہا تھا۔ لیکن ان کا کنٹریکٹ فروری 2019ء میں ختم ہوا۔ یہاں انہوں نے تعداد تو زیادہ بتائی لیکن تقریباً سارے ایسے سکول تھے کہ وہیں پر ایک استاد تھا تو انٹرن شپ پر ہم نے 2 یا 3 ٹیچرز رکھے تھے ان کو فارغ کیا گیا ہے۔ 35 کے قریب ایسے سکول ہیں وہاں ایک استاد تھا یعنی ایک استاد کام کر رہا تھا۔ ہماری جو ریکورمنٹ کمیٹی کر رہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ جو ٹیچرز کی کمی ہے ان کو بھی پُر کریں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی بلیدی صاحب۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر خزانہ): یہ 2014 basically میں جب زلزلہ آیا تھا تو اُس وقت وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف آئے تھے تو انہوں نے آواران کا دورہ کیا تھا تو اُس نے کوئی 7 کروڑ روپے انٹرن شپ کیلئے رکھے

تھے۔ جس میں یہ صرف پابندی نہیں تھی کہ اُن کو صرف سکولوں میں کھپادیں۔ بلکہ وہ نو جوان جنہوں نے بی اے اور ایم اے کیا ہوا ہے، اُن کو monthly کوئی فائدہ مل جائے۔ اور انہیں سکول اور باقی جو ادارے ہیں جہاں وہ ہنر بھی سیکھ سکیں۔ تو اُن کو وہاں appoint کیا گیا۔ پھر monthly اُن کو 20 ہزار کے قریب ملتے تھے آواران پلس میرا حلقہ ڈنڈار اور یہ area تقریباً تیس فیصد damage ہو گیا تھا۔ تو اُن کا جو 7 کروڑ روپے تھے وہ تقریباً ختم ہو گئے چونکہ کچھلی گورنمنٹ نے قدوس صاحب جب وزیر اعلیٰ تھے تو انہوں نے بڑے پیمانے پر وہاں vacancies create کی ہیں آواران میں۔ اس میں ہم دیکھیں کہ جو آواران کا ویسے بھی ایک ایٹو چل رہا ہے کہ وہاں کچھ سکولیں بند ہیں۔ اگر جہاں جہاں سکول سٹاف کی shortage کی وجہ سے بند ہیں یا vacancies نہیں ہیں۔ کچھ تو پہلے بھی محمد خان لہڑی صاحب کر رہے ہیں اگر باقی کچھ رہتا ہو تو انشاء اللہ اگلے بجٹ میں اُن کی کمی پوری کر دیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکریہ۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: جناب اسپیکر! اگر آپ مجھے اجازت دے دیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: لیکن اب بھی اس جواب کے اوپر لکھا ہوا ہے اسمبلی۔ سوال میرے نام سے ہے اور اوپر لکھا ہوا ہے میرزا بدلی ریکی ممبر صوبائی اسمبلی بلوچستان۔ میں نہیں سمجھا کہ جب 189 سوال ہے تو پھر میرزا بدریکی حالانکہ اس کی بھی پرنٹ نظر نہیں آرہی ہے۔ لیکن پھر بھی میرے خیال میں شاید انہوں نے جلدی میں کام کیا ہوگا وہ ہمیشہ غلط ہوتا ہے۔ شاید میرے نام کے بجائے۔۔۔ (مداخلت) ایک منٹ۔ یہ دوسری غلطی ہے آپ اس کو تسلیم کر لیں۔ بجائے اسکے کہ آپ اس پر مزید ضد کریں۔ ایک تو یہ ہے کہ سوال میرا ہے نام زابدلی کا لکھا ہوا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ پتہ نہیں کہ کیا۔ پہلے تو آپ جواب ابھی مجھے دیں اور اُسکے بعد جناب اسپیکر! میں اپنے دوست کو گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ اس نے لکھا ہے کہ صوبہ بھر کے تمام اضلاع میں ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسران کو مطلع کیا ہے کہ گزشتہ دور میں تعمیر شدہ سکولوں میں کوئی ایسی عمارت سامنے نہیں آئی جو مخدوش یا منہدم ہونے جارہی ہے۔ تو میرے وزیر موصوف اگر زیادہ دُور نہیں میرے ساتھ visit کرنا چاہیں۔ میں اپنے حلقے میں اُس کو visit کراتا ہوں اُس ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر کے ساتھ ایسی عمارتیں ہیں میرے خیال میں وہاں ایک منٹ بھی اُس عمارت کے نیچے بیٹھنا پسند نہیں بلکہ کھڑا ہونا بھی پسند نہیں کریگا۔ اور جناب اسپیکر صاحب! میں آپ کو یہ بتاتا چلوں کہ ہمارے یہاں مخدوش کا مقصد یہ کہتے ہیں کہ یہ عمارت بچوں پر گر جائے اُس کے بعد پھر یہ پتہ چلے کہ وہاں 8 یا 10 بچے خدانخواستہ

وہاں شہید ہو جائیں تو اُس کو مخدوش کہا جاتا ہے۔ میں اپنے دوست کو کہنا چاہتا ہوں کہ اگر کسی آپ کے آفسر نے آپ کو یہ رپورٹ دے دی ہے وہ غلطی اور بدینتی پر مبنی ہے۔ سکولوں میں ہمارے اور سب کے بچے پڑھ رہے ہیں۔ خدا نخواستہ میرا آپ سے کوئی وہ نہیں ہے۔ کیونکہ گزشتہ دنوں میں اپنے حلقے زرخو گیا جناب اسپیکر! جب ایک حادثہ ہوا تھا 18 بندے شہید ہوئے تھے۔ تو لوگوں نے مجھے پکڑا کہ آجاؤ ہم آپ کو سکولوں کا دورہ کرائیں گے۔ دروازے اور کھڑکیاں تو میں نے اُن سکولوں میں دیکھا نہیں جناب اسپیکر صاحب! لیکن اوپر چھت وہ چھت، میرے پاس وہ تصویریں بھی محفوظ ہیں۔ یہ رپورٹ جو آپ کو دی گئی ہے وہ غلط ہے۔ بہت سارے ایسے سکول ہیں۔ میں تو ایک یا دو سکولوں کا visit کیا ہے۔ اور بلوچستان کے اندر ایسے ہونگے جن کی حالت مخدوش ہے۔ بہر حال اس پر آپ بضد نہ رہیں اگر آپ visit کرنا چاہیں تو میں آپ کے ساتھ جاؤنگا۔ اگر اُن سے غلطی ہوئی ہے تو یہ فورم ہے۔ اور اس پر ہمیں اسکو admit کرنا چاہیے۔ کل خدا نخواستہ اگر اس قسم کا حادثہ پیش آجاتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ میں نے اس لئے یہ سوال کیا ہے یہ بدینتی پر مبنی نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ ملک صاحب۔

وزیر تعلیم: جناب اسپیکر! ہماری گورنمنٹ سینڈری ایجوکیشن کی طرف سے ایک سکول کو DMS code والاٹ ہوتا ہے۔ میرے دوست نے جیسے کہا ہے کہ پرانے سکول ہیں اور اُس کو DMS والاٹ ہیں۔ میں موصوف دوست کے ساتھ چلوں گا اور میں خود اُن کے ساتھ visit کروں گا۔ جہاں ضرورت انشاء اللہ ہم اُن کو بہتر کریں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی نصر اللہ خان زیرے صاحب آپ اپنا سوال نمبر 144 دریافت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: سوال نمبر 144۔

وزیر تعلیم: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

☆ 144 نصر اللہ خان زیرے، رکن اسمبلی:

کیا وزیر صحت ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ مالی سال 2018-19ء کے بجٹ میں مفتی محمود میموریل ہسپتال کیلئے کل کس قدر اسمیوں کی منظوری دی گئی ہے نیز حکومت ان اسمیوں کو کب تک پُر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تفصیل دی جائے۔

وزیر صحت:

چار پوٹیں ہیں۔ جس میں تین ڈینٹل سرجن ایک میڈیکل آفسر کی ہے۔ جس کو پُر کیا گیا ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر صاحب! میں نے پوچھا ہے کہ مالی سال 2018-19ء کے بجٹ

میں مفتی محمود میموریل ہسپتال کچلاک کیلئے کل کس قدر اسامیوں کی منظوری دی گئی۔ کہ نیز حکومت ان اسامیوں کو کب تک پر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟ جواب میں انہوں نے کہا کہ صرف چار پوسٹیں ہیں۔ تو میرے خیال سے یہ پوسٹیں کم ہیں۔ وہاں پوسٹیں زیادہ ہونگی آپ کو جواب ڈیپارٹمنٹ نے دیا ہے یا کیا مسئلہ ہے؟

میر نصیب اللہ خان مری (وزیر صحت): جناب زیرے صاحب یہ جو ہمیں جواب ملا ہے یہ محکمہ کی طرف سے یہی ہے کہ چار پوسٹیں ہیں وہ بھی ہیں بقایا جو ہم نے contract ڈاکٹرز رکھے ہیں وہ علیحدہ ہے۔ ہمارے پاس پوسٹیں یہی ہیں جو اس میں ہیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: اچھا ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی نصر اللہ خان زیرے صاحب آپ اپنا سوال نمبر 145 دریافت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: Question No 145

وزیر صحت: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

☆ 145 جناب نصر اللہ خان زیرے، رکن اسمبلی:

کیا وزیر صحت ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ ضلع کوئٹہ میں قائم بی ایچ یوز، آر ایچ سینٹرز اور بنیادی مراکز صحت کی کل تعداد کس قدر ہے اور یہ کن کن علاقوں میں واقع ہیں نیز ان میں تعینات ملازمین کے نام مع ولدیت، عہدہ، گریڈ اور جائے تعیناتی کی تفصیل بھی دی جائے؟

وزیر صحت:

ضلع کوئٹہ میں قائم بی ایچ یوز اور آر ایچ سینٹرز کی علاقہ وار نیز ان میں تعینات ملازمین کی تفصیل ضخیم ہے لہذا اسمبلی لائبریری میں ملاحظہ فرمائیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی نصر اللہ خان زیرے صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر صاحب! میں نے اس سوال میں پوچھا ہے کہ ضلع کوئٹہ میں قائم BHU, RHC Centers اور بنیادی مراکز صحت کی کل تعداد کس قدر ہے اور کن کن علاقوں میں یہ واقعہ ہیں؟ تو انہوں نے جواب تو دیا ہے میں ابھی اسکی Study کر رہا تھا۔ کوئی کوئٹہ میں نہیں نے ابھی گنا کوئی 42 کے قریب Basic Health Unit اور Rural Health Center یا بنیادی مرکز صحت ہیں۔ اس میں کیا policy ہے؟ کسی میں تعداد ملازمین کی ایک Basic Health Unit میں 11 ڈاکٹرز وہاں تعینات ہیں۔ پولیس لائن کا جو آپ کا Basic Health Unit ہے اُس میں 11 ڈاکٹرز تعینات ہیں اور کہیں پر بالکل ایک

ڈاکٹر بھی نہیں ہے مثال آپ کا rural ضلع آپ دیکھیں پنجپائی میں وہاں تین بندے تعینات ہیں۔ انگریز میں وہاں کم تعینات ہیں وہاں ڈاکٹر جاتے نہیں ہیں کیا مسئلہ ہے کہ آپ نے سارے good شہر میں ہی جمع کر دیے؟ وزیر صحت: جناب اسپیکر! جیسے محترم نصر اللہ زیرے صاحب نے کہا جہاں پوسٹیں ہیں ان BHU میں وہ پُرانی منظور ہوئی ہیں کیونکہ ہم نے اس دفعہ ابھی تک BHUs اور RHCs کیلئے کوئی پوسٹ نہیں ہے یہ پُرانی چل رہی ہیں وہاں ایک پوسٹ ہے تو ایک ڈاکٹر ہے۔ لوگوں نے پہلے منظور کئے ہوئے ہیں جہاں دو ڈاکٹر ہیں دو منظور کئے ہیں دو پوسٹیں ہیں البتہ ہم لوگوں نے وہ نہیں کئے ہیں

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر صاحب! میں نے اُس دن بھی آنریبل منسٹر صاحب سے پوچھا تھا انہوں نے جواب دیا تھا کہ میں نے اپنے حلقے میں کوئی basic health unit 9 بنائے تھے جن کی پوسٹیں منظور ہوئی تھیں 2017-18 کے بجٹ میں ہر Basic Health Unit میں پانچ پانچ پوسٹیں تھیں جن میں ایک male ڈاکٹر تھا ایک female ڈاکٹر تھی technician تھا Medical technician وہاں چوکیدار وغیرہ۔ تو ابھی اُس سے میری ریکولنٹس یہ ہے کہ ان 9 Basic health Unit کو آپ کب چلائیں گے؟ بلڈنگیں بنی ہوئی ہیں پوسٹیں منظور ہیں لیکن اب ظاہر سی بات ہے دو تین چار سال ہو گئے ہیں کوئی کھڑکی لیکر جا رہا ہے کوئی دروازہ لیکر جا رہا ہے عوام کے پیسے اُس پر لگے ہوئے ہیں۔ میری ریکولنٹس ہے منسٹر صاحب سے کہ آپ DG کو بلا لیں میں بھی آجاتا ہوں سیکرٹری صاحب کو بلا لیں تاکہ یہ Basic Health unit چلانے کیلئے کوئی طریقہ کار واضح کیا جائے وہاں ڈاکٹروں کی posting ہو جائے باقی ملازمین کی بھی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ تشریف رکھیں ایک بار اُس کا سوال پورا ہو جائے پھر آپ کو موقع دوں گا۔

وزیر صحت: جناب! زیرے صاحب نے جو کچھلی دفعہ کہا تھا میں نے کہا ہے کہ ہم نے وہ نہیں کئے لیکن جب میں نے ادھر ریکارڈ چیک کیا یہ پھر غلط بیانی ہوتی ہے۔ واقعی اُنکی پوسٹیں fill ہو چکی ہیں نگران گورنمنٹ میں ہم لوگوں سے پہلے جو نگران گورنمنٹ نے وہ جو پوسٹیں fill کئے ہیں درجہ چارم دوسرے سارے fill ہو چکے ہیں ابھی بھی زیرے صاحب آئیں DG کو میں بلا تا ہوں اپنے سارے staff کو کہ بیٹھیں اور یہ دیکھیں اگر وہ قانون کے مطابق انہوں نے کئے میرے علم میں نہیں ہے کہ انہوں نے کئے تھے تو صحیح ہے اگر نہیں ہے تو دوسرا طریقہ کار جو بھی ہونا چاہیے میں کرنے کیلئے تیار ہوں انشاء اللہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: اسپیکر صاحب! میں آپ سے ایک ریکولنٹس کرونگا چونکہ rules,

business کے تحت جو بھی پوسٹیں ہوتی ہیں وہ اخبارات میں مشترکہ ہوتی ہیں اصول یہ ہوتا ہے۔ اخبارات میں کوئی پوسٹ مشترکہ نہیں ہوا کوئی اشتہار نہیں آیا جس حکومت نے کیا نگران حکومت نے کیا اُس نے غلط کام کیا وہ پوسٹیں وہاں کی عوام کا حق ہے کہ اسی Basic Health Unit کو start کیا جائے کیا وزیر موصوف مجھے یقین دہانی کرائیں گے on the floor کہ جس نے یہ غلط کام کیا ہے چوری چپکے یا پیسے لیکر کے لوگوں کو بھرتی کیا ہے اُنکے خلاف ایکشن لینے کی یقین دہانی انہوں نے پہلے ہی کرادی۔ میں اُس کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ وہ اجلاس بلا لیں Monday, Tuesday کوتا کہ ہم بیٹھ جائیں یہ یقین دہانی کرائی جائے کہ جس نے غلط کام کیا ہے اُس کے خلاف action لیا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ایک منٹ آپ تشریف رکھیں۔

جناب عبدالواحد صدیقی: جناب منسٹر صاحب کے سامنے بھی رکھا سردار عبدالرحمن کھیتران نے اُسکی ذمہ لی ہے۔ پالیسی حکومت کی یہ ہے کہ Union Council basis پر بھرتیاں ہوتی ہیں اور کوئٹہ سے باہر پابندی کی کوئی زمین ہم کسی بھی ڈیپارٹمنٹ کیلئے نہیں خرید سکتے کسی اسکیم کیلئے نہیں خرید سکتے۔ ایجوکیشن میں بھی پابندی ہے اور ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ میں بھی پابندی ہے۔ اب ظاہر ہے مگر ہم نے وہاں ایک پروجیکٹ بنانا ہے تو لوگ جو ہمیں donate کرتے ہیں تو ہم اُن سے یہ وعدہ کر لیتے ہیں کہ Class-IV کی جتنی بھی پوسٹیں ہیں وہ آپ کے ہیں لیکن اصول یہ ہے کہ چونکہ سپریم کورٹ کا ایک فیصلہ آیا ہے ہائی کورٹ کا ایک فیصلہ ہے کہ Class-IV کا پوسٹ بھی اُس کو advertise آپ نے کرنا ہے۔ لیکن ہم common sense سے کام لے لیتے جن لوگوں نے donation کی زمین دی ہے ہم اُس کو دس پندرہ نمبر زیادہ دے دیتے تھے تو وہ لوگ appoint ہو جاتے تھے ہمارے ادارے بند نہیں ہوتے ہیں۔ اس وقت بھی پوزیشن یہ ہے کہ جس طرح ہمارے دوست فرما رہے ہیں کہ رود ملازئی RHC ہے جن لوگوں نے ہمیں زمین donation کی تھی اُس کے بندے نہیں رکھے بلکہ پشین کے دوسرے یونین کونسلوں سے وہاں بندے رکھیں ہیں۔ اب وہ RHC ابھی تک بند ہے میں نے منسٹر صاحب کا دروازہ بھی کھٹ کھٹایا میرے دوست سردار صاحب نے بھی اُس کی ذمہ اٹھائی لیکن آج تک وہ مسئلہ حل نہیں ہوا ہے برائے کرم اپنی پالیسی کو برقرار رکھتے ہوئے اب بھی جو بندے کسی دوسرے یونین کونسل کے بھرتی ہوئے ہیں اسی یونین کونسل سے اُسکو فارغ کر دیں تاکہ ہماری وہ project تو چل پڑے ہسپتال RHC بنا رکھا ہے اُس میں ڈاکٹرز تعینات ہوئے ہیں باقی جو پوسٹیں ہیں دوسرے یونین کونسلوں سے۔ باقی اس طرح بھی ہوا ہے کہ کوئٹہ سے کسی بندے کو وہاں appoint کر کے اُن پوسٹوں کو fill کیا ہو ہے تو میرا رونا یہ ہے کہ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ اور ہیلتھ

ڈیپارٹمنٹ میں بھی اسی طرح ہو رہا ہے خُدارا کم از کم اس پالیسی کو تو برقرار رکھیں ابھی وہ بندے جو بھرتی ہوئے ہیں ہمارے اسکولز میں۔ ہمارے RHCs بھی بند ہیں اُس کو تو اسٹارٹ کروادیں اب مسئلہ یہ ہے کہ دوسرے بندے appoint ہوئے ہیں وہ بندے چھوڑ نہیں رہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔۔۔ (مداخلت) اگر آپ نیا سوال اسمبلی میں جمع کرائیں تاکہ آجائے۔

میر احمد نواز بلوچ: اسی میں ہو جائے؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: اسی میں نہیں ہو سکتا ہے۔ ضمنی سوال میں آپ اسی سوال سے متعلق کر سکتے ہیں۔

میر احمد نواز بلوچ: اسی میں کر دیں۔۔۔ (مداخلت)

وزیر خوراک و بہبود آبادی: جب یہ حکومت بنی تو کابینہ کا دوسرا یا تیسرا اجلاس تھا میرے قائد نے اس چیز کو take-up کیا۔ مگر ان دور میں سیاسی یتیم ہوتے ہیں وہ سیٹیں جیت نہیں سکتے تو اُسکو پھر نگران وزیر لگا دیا جاتا ہے۔ پتہ نہیں کہاں کہاں سے وہ جمع کر کے۔ وہ ہر دفعہ یہ نہیں کہ ابھی، یہ routine آرہی ہے تو اُنہوں نے اور بیورو کریسی اُس وقت پھر آزاد ہوتی ہے ناں جی اُنکا کوئی نقل پکڑنے والا ہوتا نہیں ہے۔ تو اُنہوں نے مل ملا کے وہ پشتو میں بولتے ہیں کہ "دہ مور شودے"؟ "دہ مور شودے" سمجھ کے سب کچھ کیا ہے۔ اُس پر میرے قائد نے take up کیا ہے یہ پوائنٹ اور کیبنٹ میں ایک کمیٹی بنی صدیقی صاحب کو وہ اچھی طرح معلوم ہے۔ میری سربراہی میں میں نے ایک دو اجلاس بلائے ہم نے پریس کانفرنس کی اُس میں ہم نے open کہا کہ جہاں جہاں کوئی چیزیں غلط ہوئی ہیں مہربانی کر کے وہ اس کمیٹی کا جو concern department تھا اُسکا سیکرٹری وہ شکایت cell کا انچارج تھا اُس کے پاس شکایات جمع کرائیں۔ وہ میرے پاس لے آئے گا ہم اس چیز کو reveal کریں گے۔ C&W کا case تھا اسی طریقے سے agriculture کا کیس تھا بہت سارے departments کے کیس تھے۔ لیکن اُس کے بعد میرے دوستوں نے یا کسی نے بھی کوئی شکایت آج تک مجھے بتائیں کہ میرے office تک مجھ تک یا کسی concern سیکرٹری کے پاس ماسوائے صدیقی صاحب کے، انکے ساتھ انکا یونین کونسل میں تھا دوسری یونین کونسل کے وہاں import کر کے وہاں لگا دیئے۔ جیسے میں نے پہلے عرض کی ہے یونین کونسل جیسے ایجوکیشن یا ہیلتھ کا ہے جو بھی وہاں چوکیدار ہے وہیں پر کر دیتے ہیں۔ اُسکا یہ مسئلہ ابھی تک لٹکا ہوا ہے آج تک حل نہیں ہوا ہے۔ تو میں دوبارہ یہی کہوں گا کہ وہ کمیٹی پھر بھی ٹوٹی نہیں ہے میں گزارش کروں گا کہ جتنے بھی وہ فر لو ہوئے ہیں یا جو بھی اُنہوں نے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں کمیٹی کب action لے گی جب 16 مہینوں میں نہیں ہوا؟

وزیر خوراک و بہبود آبادی: میرے پاس کچھ شکایات آئیں گی جناب اسپیکر صاحب! تو میں۔۔۔ (مداخلت)

جی ہاں میں کہہ رہا ہوں میں یقین دہانی کروا رہا ہوں کہ ہم انشاء اللہ۔۔۔ (مداخلت)

جناب عبدالواحد صدیقی: چونکہ کے وہ تمام رپورٹ مکمل کروا کر ایک کاپی میں نے منسٹر صاحب کو دی ہے اور ایک کمیٹی کے چیئرمین صاحب کو دی ہے تب بھی آٹھ دس مہینے گزرے ہیں۔ اس رپورٹ پر فیصلہ ابھی تک نہیں ہوا ہے۔

وزیر خوراک و بہبود آبادی: میں انشاء اللہ اگلے آنے والے ہفتہ میں ایک circular جاری کرتا ہوں۔ نصر اللہ

ایک منٹ، جو نگران دور والی جو کابینہ کا فیصلہ ہے جو کمیٹی ہے اُس میں میں ہوں اسد صاحب تھے بہت سارے قابل

دوست ہمارے ممبر جو سمجھتے ہیں ساری چیزوں کو پُرانے parliamentary تھے نئے تھے سارے، تو میں

دوستوں کو یقین دہانی کر دوں، سوموار کو میں ایک سرکلر جاری کرتا ہوں کہ جن جن کی شکایات ہیں۔ ابھی مثال کے طور

پر میں آپ کو MMD کا قصہ سناؤں۔ میرا ہی کھیران تھا اُس نے جناب جیب میں بھری ہوئی تھی لوگوں کے گھروں میں

جا کر میں چائے پینے کھانا کھانے آرہا ہوں وہاں بیس بیس پندرہ پندرہ order اُنکے گھر میں پہنچائیں۔ اور ابھی وہ

جناب کمپ میں بیٹھا ہوا تھا تمبولگا کے اسلام آباد سے تو ریٹائر ہوا ہے اور اب جمعیت میں شامل ہو گیا ہے "سوچو ہے

کھا کے"۔۔۔ (مداخلت) جمال۔ تو اسی طریقے سے باقی بھی، Class-IV کی تو ایک نہیں چھوڑی انہوں نے

اپنے مامے، چاچے، خالا خالو سب بھرتی کر دیئے۔ میری پولیشن میں بھی یہی ہوا ہے اللہ آپ کو نیکی دے۔ کوئی ہیاتھ

میں بھی، انکو روکیں۔ باقی کوئی department جس میں دس تھے، بیس تھے۔ بس "مور شودے" سمجھ کر اُنکو

کر دیا۔ تو میں سوموار کو سرکلر جاری کروں گا۔۔۔ (بہت سے اراکین ایک ساتھ بولتے رہے)

ملک نصیر احمد شاہوانی: اچھی بات کی مثلاً میں اُس کی تائید کرتا ہوں کہ جو کمیٹی انہوں نے اُس مقصد کیلئے بنائی،

یہ ایجوکیشن پر یہ ہمارا بڑا جنجال رہا مسئلہ ہم پیٹے رہے اُسی کمیٹی کے حوالے یہ ایجوکیشن کو کیا جائے جس کو CMIT کے

حوالے اُسی۔۔۔ (مداخلت)

جناب ڈپٹی اسپیکر: آرڈر ان دی ہاؤس کارروائی آگے لیجاتے ہیں اس میں میرے خیال سے ملک نصیر احمد

شاہوانی صاحب آپ اپنا سوال نمبر 199 دریافت فرمائیں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: سوال نمبر 199۔

وزیر صحت: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

☆ 199 ملک نصیر احمد شاہوانی، رکن اسمبلی:

کیا وزیر صحت ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گزشتہ دور حکومت میں قائم کردہ بی ایچ یوز، آراچ سنٹرز وغیرہ کے عمارتوں کی حالت مخدوش ہے اور انکی مہندم ہونے کا اندیشہ ہے۔

(ب) اگر جزو الف کا جواب اثبات میں ہے تو ایسے بی ایچ یوز اور آراچ سنٹرز وغیرہ کی کل تعداد کتنی ہے اور ان کی تعمیر پر آمدہ لاگت رقم کی سنٹر و ضلعوار تفصیل دی جائے نیز اس ناقص تعمیر پر اگر ذمہ دارن کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں لائی گئی ہے تو تفصیل بھی دی جائے۔

وزیر صحت:

(الف) اس ضمن میں تحریر ہے کہ محکمہ صحت کے معلومات کے مطابق گزشتہ دور حکومت میں قائم کردہ بی ایچ یوز، آراچ سینٹرز وغیرہ کے عمارتوں کی حالت نہ مخدوش ہے اور نہ ہی انکے مہندم ہونے کا خدشہ ہے اور نہ اس قسم کی کوئی شکایت کسی ضلع سے موصول ہوئی ہے۔

اس کے علاوہ محکمہ صحت رواں مالی سال 2019-20 میں ہر ضلع کو ایک مخصوص رقم عمارت کی مرمت کے لئے محکمہ خزانہ کی توسط سے تمام ضلعی آفسران کو رقم جاری کر دی گئی ہے۔ جو وہ اپنی ضروریات کے مطابق خرچ کریں گے۔ مزید براں مالی سال 2019-20 کے بی ایس ڈی پی پی نمبر 1705 کے مطابق ضلعی ہیڈ کوارٹر ڈویژن ہیڈ کوارٹر کے علاوہ باقی ہر تحصیل میں ایک ایک بی ایچ یو یا آراچ سینٹر کے قیام / مرمت کے لئے ایک ارب روپے کا تخمینہ دیا گیا تھا جس میں 20 کروڑ روپے مختص کئے گئے۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی: جناب اسپیکر صاحب! وہ سکولوں والا جو میں نے عمارتوں کی نشاندہی کی تھی کہ مخدوش ہیں اور اس کا جواب بھی میرے خیال میں وزیر موصوف کو جو اُنکے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر میں رہتے ہوئے انہوں نے دے دیئے ہیں۔ بہر حال میں اپنے وزیر موصوف کے معلومات میں یہ اضافہ چاہتا ہوں کہ وہ بھی اگر میرے ساتھ visit کریں تو میں بھی اُس کو کچھ BHUs کا دورا کرتا ہوں وہ بھی بالکل مخدوش ہیں اور اُس پر کام ہونا چاہیے۔

وزیر صحت: جناب اسپیکر! جیسے اُس نے کہا کہ ابھی اس دفعہ ہم نے جتنے بھی RHCs ہیں اُن کا اپنا بجٹ دیا ہے اُنکا furniture, repair وغیرہ خود کریں گے باقی اس دفعہ ہم نے بجٹ میں پیسے رکھے ہیں تمام DHOs کو دیئے ہیں وہ بجٹ میں گئے ہیں وہ تمام BHUs وغیرہ کا repair کرادیں گے۔ اس دفعہ اُنکا علیحدہ بجٹ ہے سب کچھ علیحدہ ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی جناب احمد نواز بلوچ صاحب آپ اپنا سوال نمبر 179 دریافت فرمائیں۔۔۔ (مداخلت) زاہد ریکی چونکہ یہاں نہیں ہیں تو اُن کا سوال defer کر دیا جاتا ہے۔

میر احمد نواز بلوچ: بالکل جناب میں اس کے جواب سے مطمئن ہوں اور جو میں نے تفصیل مانگی تھی وہ details سے مجھے مل گئی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: چلو شکر ہے آپ مطمئن ہو گئے ہیں بس پھر ہم سب مطمئن ہیں۔ ملک نصیر احمد شاہوانی صاحب آپ اپنا سوال نمبر 190 دریافت کریں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: سوال نمبر 190۔

نور محمد ڈمز (وزیر محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ و واسا): جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

☆ 190 ملک نصیر احمد شاہوانی، رکن اسمبلی: 18 اکتوبر 2019 کو موثر شدہ

کیا وزیر بی واسا ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ گزشتہ پانچ سالوں میں روزانہ اجرت اور مستقل بنیادوں پر تعینات کردہ ملازمین کے نام مع ولدیت، عہدہ، گریڈ، تاریخ تعیناتی، تعلیمی قابلیت اور لوکل / ڈومیسائل کی تفصیل دی جائے۔

پبلک ہیلتھ انجینئرنگ بی واسا:

بی واسا میں تعینات کردہ ملازمین کے نام مع ولدیت، عہدہ، گریڈ، تاریخ تعیناتی، تعلیمی قابلیت اور لوکل / ڈومیسائل کی تفصیل منجیم ہے لہذا اسمبلی لائبریری میں ملاحظہ فرمائیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی ملک صاحب۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: ضمنی سوال ہے جناب اسپیکر صاحب! میرا سوال میں یہ ہے کہ گزشتہ پانچ سالوں کے دوران محکمہ بی واسا میں اجرت اور مستقل بنیادوں پر تعینات ایک list تو مجھے مل چکی ہے اُس میں مستقل بنیادوں پر جو

لوگ تعینات ہیں اُنکی تعداد وہ 413 ہے۔ اور پھر میں اُس 150 لوگ ایسے ہیں جو باہر کے اضلاع سے آکر یہاں اور اُس میں چھوٹے چھوٹے ملازم جس طرح سردار صاحب نے کہا کہ چونکہ ابھی دالبندین سے ڈوب سے نوشکی

سے آکر یہاں چونکہ آری کریں گا کسی کے گھر میں جس نے زمین بھی اُس کے لئے دی ہوئی ہے اُس ٹیوب ویل کیلئے اور وہاں کا والو مین بھی باہر سے آیا ہوگا۔ ڈیڑھ سو ایسے بندے ہیں اس کے علاوہ جناب اسپیکر صاحب! اس میں

روزانہ اجرت کے جو تعینات لوگ ہیں اُن کی تعداد اس کے اندر نہیں ہے۔ اور میرے علم میں ہے اُنکی بھی اچھی خاصی تعداد روزانہ اجرت پر جو کام کر رہے ہیں اور خاص کر وزیر موصوف میرے دوست ہیں۔ اور میں نے سنا ہے کہ حال

ہی میں بھی اس قسم کے ستر بندے یا کتنی پوسٹنگ اُنکی ہوئی ہیں وہ شاید اس فلور پر بتائے گا۔ لیکن اس سے جو قبل روزانہ اجرت پر ہیں ایسے لوگوں کی تنخواہیں غائب ہو جاتی ہیں۔ ہماری ڈسٹرکٹ کونسل میں بھی تھیں ہماری مارکیٹ

کمیٹی کے اندر ہیں ہمارے کوئٹہ میٹر و پولیٹن میں سینکڑوں لوگ ہیں جو روزانہ اجرت پر ہیں جس کو انکا چارج مل جاتا

ہے یہ سمجھو پھر ایک بہت بری وہ ہے تو میں اپنے وزیر صاحب سے یہ خاص کر باہر سے جو چوکیدار ہیں وال مین ہیں آپ برائے مہربانی نئی بھرتیاں ہو رہی ہیں انکو انکے ڈسٹرکٹ میں بھیج دیں۔ دوسری روزانہ اجرت والے آپ بتائیں کہ کتنے لوگ ہیں؟

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ وواسا: جیسے کہ ہمارے دوستوں نے پہلے سوال کیا تھا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مٹھاخان کا کڑ آپ نے پورے ایوان کو disturb کیا ہوا ہے خاموش رہو۔ order in the House۔ دہڑ صاحب آپ اپنا جواب دیں۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ وواسا: جناب اسپیکر! یہاں جو discuss ہو رہی تھی، باتیں ہو رہی تھیں کہ کونٹہ میں appointment کے بارے میں کہ باہر کے اضلاع کے لوگ لگے ہوئے ہیں۔ تو میں اُس وقت سے بھی سمجھ گیا کہ ہمارے دوست اصل میں جا کر کہاں پڑھ رہے ہیں۔ تو سوال انہوں نے کیا ہے کہ یہاں باہر سے لوگ لگے ہوئے ہیں۔ وہ تو ہماری ڈیپارٹمنٹ کا بھی appointment کوئی بھی نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں ان کا یہ سوال daily wages کے متعلق ہے میرے خیال سے۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ وواسا: جی میں سمجھ گیا آپ ایک تیر میں دو نشان مارو گے۔ آپ نے کہا کہ پہلے جو appointment ہوئی ہیں آئندہ کے لیے اس طرح نہ کیا جائے۔ اصل بات یہ ہے جس طرح دوستوں نے اس بات پر بڑی تفصیل سے بات کی۔ کونٹہ جو ہے وہ سب کا ہے۔ یہ ہمارا کیپٹل ہے۔ یہاں کوئی authority یا کوئی secretariat ہے یا جو بھی دفاتر ہیں وہ ایک حلقے کے نہیں ہیں وہ ظاہر بات ہے پورے بلوچستان کے ہیں۔ یہاں سارے بلوچستان کے لوگ رہ رہے ہیں۔ ابھی یہاں جتنے بھی لوگ ہیں ظاہر بات ہے belong ہر district سے ہو ان کی۔ لیکن کونٹہ میں ہماری ایک نہ ایک گھر تو ضرور ہے۔ تو اسی طرح ہمارے جتنے لوگ آباد ہیں، جتنے لوگ یہاں رہ رہے ہیں یہ ضروری نہیں ہے کہ کونٹہ کے رہنے والے ہیں۔ یہ مختلف اضلاع کے لوگ ہیں۔ لیکن اُن کی domicile اور اُن کی local بیشک اپنی اپنی district کی ہے۔ آپ نے جو daily wages کی بات کی۔ میرے دور میں تو ایک بھی بندہ ہم نے نہیں لگایا۔ شاید آپ کو معلومات ہے تو آپ ہمیں دے دیں۔ یا شاید آپ کی معلومات غلط ہے کسی نے آپ کو غلط بتایا ہوگا۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: نہیں اُس سے پہلے کتنے ہیں؟

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ وواسا: پہلے کا لگا ہوگا ظاہر ہی بات ہے وہ ہم نے نکالا نہیں ہے۔ تو وہ daily wages پر جہاں ہمیں ضرورت ہے وہ واسا اُس سے کام لے سکتی ہے۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی: پھر یہ مکمل نہیں ہے، جب وہ تعداد نہیں ہے اور آپ نے ذہن بنایا ہے کہ جو باہر سے آتا ہے وہ کونٹہ میں کام کر سکتا ہے۔ وہ ایک حد تک تھا چلو آپ کی حکومت ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ملک صاحب! آپ لوگ چیئر کو مخاطب کریں۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی: sorry sir میں آپ کو مخاطب کر رہا ہوں۔ یعنی میرے دوست کا جو سوال آیا ہے اس میں لکھا ہوا ہے کہ گزشتہ پانچ سالوں کے دوران محکمہ بی و اس میں روزانہ اُجرت اور مستقل بنیادوں پر۔ وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے اس کا معلوم نہیں ہے۔ تو پھر اس کا مقصد یہ ہے کہ۔۔۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ و واسا: نہیں مجھے معلوم ہے۔ آپ نے کہا کہ نئی بھرتیاں ہوئی ہیں کوئی daily wages پر۔ نئی بھرتی کوئی نہیں ہوئی۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی: وہ تو میں نے ابھی پوچھ لیا کہ میں نے بھی سنا ہے۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ و واسا: یہ جو آپ نے سنا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی: باقی جو اس وقت daily wages والے ہیں اُس کا جواب نہیں آیا ہے۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ و واسا: میرے خیال میں شاید تھوڑی سی غلطی ہوئی ہوگی۔ یہ جو daily wages پر آپ نے list مانگی ہے میرے خیال میں اگر نہیں ہے تو دوبارہ یہ آنے والے اجلاس میں ہم آپ کو detail دے دیں گے۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی: ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی

جناب اصغر علی ترین: جناب یہ سوال نمبر 190 پر اس کے جوابات پر آپ آجائیں یہاں سیریل نمبر 116 آپ ذرا کھولیں سیریل نمبر 116 اس میں لکھا ہوا ہے بی بی عالیہ ولد سرور خان، پوسٹ چوکیدار یہ تھوڑا سمجھ سے بالاتر ہے یہ خواتین چوکیدار اس کی تھوڑی سی وضاحت کریں۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ و واسا: یہ قانون کے اندر ایک پوسٹ چوکیدار کی بھی ہے اور صرف میری ڈیپارٹمنٹ میں نہیں آپ ہر ڈیپارٹمنٹ میں دیکھ سکتے ہیں۔ ابھی ایجوکیشن کے ٹیسٹ / انٹرویو ہو گئے اُس میں بھی کلاس فور کے چوکیدار خاتون بھی بھرتی ہوئی ہے۔

جناب اصغر علی ترین: جناب اسپیکر! ہم یہ پہلی بار سن رہے ہیں، دیکھ رہے ہیں کہ خاتون چوکیدار۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں women کوٹہ میں ہوگا۔ مغرب کی اذان شروع ہے۔

(اذان - خاموشی)

جناب ڈپٹی اسپیکر: السلام علیکم۔ جی ملک صاحب!

ملک سکندر خان ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف): 18 تاریخ کو اس ہاؤس میں ایک انتہائی المناک واقعہ پر بحث ہوئی۔ سید غوث اللہ شہید کو 14 اگست کو اغوا کیا گیا تھا اور 4 نومبر کو اُسے انتہائی بے دردی سے قتل کیا گیا۔ تو جناب اسپیکر! اب تک اغوا کار گرفتار ہوئے ہیں نہ اُن کے خلاف کوئی ایسی کارروائی ہوئی ہے۔ انتہائی ظالم گینگ ہے۔ اس پر فوری کارروائی کی ضرورت ہے۔ تو میں جناب سے عرض کروں گا کہ چونکہ یہاں التوا کی تحریک بھی آئی۔ اگر جناب مہربانی فرما کر law enforcing agencies کو بلا لیں اپنے office میں تاکہ وہ پراگرس رپورٹ دیں۔ اور یہ بھی بتائیں کہ کیوں یہ قاتل گرفتار نہیں ہو رہے۔ یہ میری گزارش ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ ملک صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: اس حوالے سے جو تحریک التوا آئی تھی حکومت نے اُس وقت کہا کہ ہم کچھ کریں گے۔ لیکن آج تک سید غوث اللہ ایک جوان سالہ طالب علم تھا، کوئی پندرہ، سولہ سال اُس کی age تھی۔ 14 اگست کو اُس کو اغوا کیا گیا اُس کے والد سے 50 لاکھ روپے بھی لیے گئے۔ لیکن 4 نومبر کو اُس کی لاش ملی۔ اور حکومت ابھی تک اُس کی شہادت میں ملوث اغوا برائے تاوان کے مسلح گروپ کو ابھی تک نہ گرفتار کیا ہے اور نہ نشاندہی کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو حکومت اپنے عوام کو تحفظ نہیں دے سکتی۔ جو حکومت اپنے باسیوں کو، اپنے رہنے والوں اُن کے جان و مال کے تحفظ میں ناکام ہوتی ہے تو دنیا بھر میں اصول طے ہیں کہ وہ حکومت وہ لوگ مزید حکومت کرنے کے لائق نہیں ہوتے۔ جناب اسپیکر اب یہ صورتحال ہے یقیناً اُن کے والدین پر آپ کو یہ بھی پتہ ہے کہ اُن کے والد کو بھی اغوا کیا گیا تھا انہیں مسلسل 2010, 2006, 2005ء ابھی 2019ء چار واقعات اُس خاندان کے ساتھ ہوئے۔ اب مطلب یہ ہے کہ وہ بیچارے کہاں جائیں یہ ملک چھوڑ کر جائیں؟ چونکہ ہاؤس میں یہ بات جناب اسپیکر! آپ سے رولنگ چاہوں گا کہ آپ رولنگ دے دیں جتنی بھی law enforcing agencies ہیں اُن کے سربراہان، پولیس، ہوم سیکرٹری اور جتنے بھی ایجنسیز کے لوگ ہیں سب کو اپنے چیمبر میں بلا لیں اور ایک میٹنگ کا انعقاد کریں اُن سے پوری تفصیلی رپورٹ لے لیں۔ thank you

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ۔ ملک نصیر صاحب! اچھی بات ہے کہ عوام کی جو پریشانیاں ہیں انکو اجاگر کر رہے ہیں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: جناب اسپیکر! نصر اللہ میرے دوست ہیں، ویسے آپ کی رولنگ ہماری سر آنکھوں پر آپ

ہمارے کسٹوڈین آف دی ہاؤس ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب! گزشتہ اجلاس میں ہم یہاں آئے تو ہمارے زمینداروں نے مختلف علاقوں سے جو مظاہرے کر کے یہاں روڈ پر آئے تھے۔ پھر آپ نے ایک کمیٹی بنائی اُس میں میرے ساتھ میڈم شکیلہ نوید مٹھا خان اور ظہور حسین بلیدی بھی تھے۔ انہوں نے اُس اجتماع سے خطاب بھی کیا کہ آپ لوگوں کے لئے ایک کمیٹی بنا دینگے۔ اور آپ مسئلوں پر ہم باقاعدہ وزیر اعلیٰ سے discuss کریں گے۔ باقاعدہ میں نے کہا کہ جب آپ نے رولنگ دی اور انہوں نے اُس بڑے مجمع کو تسلی بھی دی۔ لیکن آج تک نہ انہوں نے اس سے نہ کوئی نام مانگے ہیں نہ اُن کی ملاقات طے ہوا ہے۔ کل پھر اس طرح کا کوئی اجتماع آجائے گا کم از کم یہ دوبارہ وہاں جا بھی نہیں سکیں گے۔ اور خاص کر مٹھا خان بیٹھا ہوا ہے، تو اس سلسلے میں اُن کی تسلی کے لئے اگر کسی بھی دن وہ کمیٹی سے ملاقات کریں یا وزیر اعلیٰ سے جو بھی کر سکتا ہے۔ بہر حال اُن کی کمیٹی جلد بنے اور اُن سے ملاقات کریں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ ملک صاحب۔ جہاں تک اپوزیشن لیڈر صاحب اور نصر اللہ زریے صاحب نے بات کی غوث اللہ والا۔ یقیناً یہ ایک افسوسناک واقعہ تھا۔ تو اس سے متعلق میں یہ رولنگ دوں گا کہ CPO کو بلوچستان اسمبلی طلب کیا جاتا ہے۔ چیئرمین وہ مکمل رپورٹ ہمیں دیں کہ اس سے متعلق انہوں نے کیا کیا ہے؟ اسپیکر اور ہوم سیکرٹری دونوں آجائیں اس سے متعلق ہمیں مکمل رپورٹ فراہم کریں۔ جی مٹھا خان۔

جناب مٹھا خان کا کڑ (مشیر برائے وزیر اعلیٰ محکمہ امور حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب اسپیکر! جیسے آپ کو معلوم ہے کہ ژوب کا جہاز بہت عرصے سے بند ہے کیونکہ ہمارے پورے ڈویژن میں ایک جہاز ہے اور ایک ہی ایئر پورٹ ہے وہ بھی بند ہے اور میں آپ کے توسط سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اعلیٰ حکام کو یہ بتادیں تاکہ وہ ہمارا جہاز واپس کر دیں چونکہ لوگوں کو بہت مشکلات کا سامنا ہے۔ مہربانی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ مٹھا خان کا کڑ صاحب ویسے آپ کو تو اچھی اُردو آتی ہے تو کبھی کبھی پھر آپ کیوں پشتو میں بات کرتے ہیں؟ جی ثناء بلوچ صاحب آپ اپنا سوال نمبر 186 دریافت فرمائیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر! سوال نمبر 186۔

جناب محمد مبین خان خلیجی: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

☆ 186 جناب ثناء اللہ بلوچ، رکن اسمبلی:

کیا وزیر انرجی ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ،

پاکستان پیٹرولیم لمیٹڈ (PPL) کے ساتھ صوبہ کی گیس کا معاہدہ کب طے پایا اور سال 1954-55ء تا 2000ء کے دوران طے پانے والے معاہدات کی تفصیل مع نقول فراہم کی جائے نیز پی پی ایل کے ساتھ آخری معاہدہ کب

طے پایا اور کیا معاہدہ طے کرنے سے قبل اس کا مسودہ اسمبلی میں پیش کیا گیا اگر نہیں تو وجہ بتلائی جائے؟
وزیر محکمہ انرجی:

اس ضمن میں یہ گزارش ہے کہ پی پی ایل کے ساتھ صوبے کی گیس کا معاہدہ سال یکم جون 1955ء کو طے پایا جس کی مدت 30 سال پر محیط تھی۔ بعد ازاں مندرجہ بالا معاہدہ کی تجدید سال 1985ء میں 30 سال کے لئے عمل میں لائی گئی جس کی مدت 2015ء تک ہے۔ تفصیل ضخیم ہے لہذا اسمبلی لائبریری میں ملاحظہ فرمائیں۔ تیسرا معاہدہ ابھی طے نہیں پایا جس کے لئے مرکز کے ساتھ مذاکرات جاری ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی ثناء صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب اسپیکر صاحب! میں نے سوال جو دریافت کیا تھا وہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور اُس کا تعلق بلوچستان کی سیاسی تاریخ کے ساتھ ہے۔ بلوچستان کے معاشی معاملات کے ساتھ ہے اور بلوچستان میں جاری جو بھی جنگ وجدل ہے بلوچستان میں جو بھی تنازع ہے اسلام آباد کے ساتھ۔ وہ سوال یہ تھا کہ پاکستان پٹرولیم لمیٹڈ کے ساتھ صوبے کی گیس کا معاہدہ کب طے پایا؟ اور سال 55-1954ء یا 2000ء کے بعد طے پانے والے معاہدات کی تفصیل مع نقول کے اس ایوان میں پیش کی جائے۔ میں مشکور ہوں کہ یہ وزارت میں پہلی دفعہ میرے خیال تاریخ میں یہ معاہدہ اسمبلی میں آیا ہے۔ اس سے پہلے مجھ سے پہلے کافی لوگوں نے کوششیں کیں۔ یہ معاہدہ آج تک 1955ء والا اسمبلی کی فلور پر کبھی پیش بھی نہیں ہوا۔ اس میں جو جواب مجھے انہوں نے دیا ہے جو میں نے سوال کیا ہے۔ اس ضمن میں یہ گزارش ہے کہ PPL کے ساتھ صوبے کی گیس کے ساتھ معاہدہ سال یکم جون 1955ء کو طے پایا جس کی مدت 30 سال پر محیط تھی۔ جس کی تفصیلات موجود ہے۔ بعد ازاں مندرجہ ذیل معاہدہ کی تجویز 1985ء میں، یعنی 1985ء میں اُس وقت آمریت کا دور تھا پھر یہ معاہدہ 30 سال کے لئے اس کو extend کر دیا گیا جو 2015ء تک یہ قائم تھا۔ یعنی یہ سارے معاہدات اس میں بلوچستان کے مفادات کا خیال نہیں رکھا گیا۔ اور اُس کے بعد سوال کے آخر میں یہ کہا گیا ہے کہ تیسرا معاہدہ ابھی طے نہیں پایا ہے جس کے لئے مرکز کے ساتھ مذاکرات کی جا رہے ہیں۔ میں صرف اپنے دوست سے پوچھنا چاہتا ہوں مبین بھائی سے کہ پتہ نہیں اس کونسنٹری نے یا سیکرٹریٹ نے صحیح جواب نہیں دیا آپ کے خیال میں 2015ء کے بعد کوئی معاہدہ نہیں ہوا ہے؟

وزیر محکمہ انرجی: نہیں معاہدہ 2017ء تک ہوا ہے۔ اور میں آپ کو اس میں تفصیل دینا چاہوں گا۔ کہ ابھی وفاقی منسٹر آئے تھے عمر ایوب صاحب اور ندیم بابر اسپیشل اسٹنٹ پرائمر منسٹر اور ان کے ساتھ اور بھی official تھے۔ وفاقی federal secretaries بھی آئے تھے۔ اور ہمارے ساتھ باقاعدہ طور پر مذاکرات ہوئے اور اس حوالے

سے وہ agreement کو جو چارہ ہے تھے کہ ہمارا معاہدہ پھر بڑھے کوئی 10 سال کے لئے۔ تو ہمارا اُن کے ساتھ ابھی تک کوئی معاہدہ ایسا نہیں ہوا ہے۔ اگر آئندہ کوئی ہوگا تو انشاء اللہ ہم آپ کو ضرور بتائیں گے ابھی تک کوئی ایسی تفصیل نہیں ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب اسپیکر! یہ ایک تصویر ہے جس میں اس وقت کے وزیر اعلیٰ صاحب بھی کھڑے ہیں جب وہ اسٹیٹ منسٹر تھے یعنی وزیر مملکت برائے پٹرولیم اور معدنیات۔ یہ ہمارے چیف سیکرٹری صاحب ہیں سابق وزیر اعظم شاہد خاقان عباسی صاحب۔ جون 2015ء میں ایک معاہدہ ہوتا ہے۔ چاہے وہ ایک سال کا ہو یا دو سال کا۔ کیونکہ وہ جو معاہدہ تھا وہ معاہدہ جو ہے وہ سیٹ کرتا ہے ایک principle اصول یا ایک راستہ تعین کرتا ہے بلوچستان میں آنے والے معاہدات کے حوالے سے۔ تو اُس کا ذکر ایک تو اس جواب میں نہ دینا وہ جو معاہدہ ہوا تھا اُس کی کاپی فراہم نہ کرنا ایک تو یہ transparent نہیں مبین خان آپ سے گزارش میری یہی ہے کہ آپ براہ کرم اُس معاہدہ کی تفصیل بھی دیدیں۔ کیونکہ وہ بھی ایک معاہدہ تھا۔ میں نے تمام معاہدات کی تفصیل مانگی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جناب والا! اس وقت ایوان میں کچھ دوست موجود نہیں ہیں۔ ظہور بلیدی صاحب جو فنانس منسٹر ہیں یہ اُس وقت ممبر پارلیمنٹ نہیں تھے یا صوبائی اسمبلی کے ممبر نہیں تھے اور میں بھی نہیں تھا۔ 2015ء کو جب جون میں یہ معاہدہ ہوا گوکہ میں بیرون ملک تھا لیکن ڈان سے لیکر دی نیوز تمام بڑے اخبارات میں بحیثیت بلوچستان کے نمائندہ کے ہم سے رابطہ کیا اور ہماری رائے پوچھی۔ اُس میں ظہور بلیدی صاحب کی بھی رائے ہے میں صرف پڑھنا چاہتا ہوں۔ جی وہ کہہ رہے ہیں کہ

Provincial government did not fulfill the constitutional leaves of Artical 172(3) with the government of balochistan is 50% share holder of the mineral resources.

تو اُس وقت ظہور بلیدی صاحب نے جو 2015ء کی معاہدہ کی بھرپور مخالفت کی ہم نے مخالفت کی۔ اس ایوان میں بیٹھے ہوئے جو بھی کچھ اور اراکین ہیں اُن کی کچھ فیملی ممبرز یا کچھ اور ایسے لوگ تھے جو representative تھے اُس وقت۔ سب نے یہ کہا کہ جون 2015ء میں PPL کو جو extension دی گئی ہے وہ بلوچستان کے مفادات کے برخلاف ہے اور یہ معاہدہ جو ہے بلوچستان اسمبلی میں آنا چاہیے اُس کی وجہ ہے جناب والا! میں آپ بتاؤں کہ سندھ میں 2012ء کو ایک پٹرولیم پالیسی بنی ہے۔ کیونکہ 2010ء کے بعد اٹھارہویں ترمیم کے بعد 2012ء میں جو پالیسی بنی تھی اُس کے تحت تمام علاقوں میں گیس کی قیمتیں بڑھ گئیں۔ اور گیس کی قیمت سے یعنی آپ کو یاد ہوگا

بلوچستان میں کہا جاتا تھا نواب اکبر خان بگٹی کے خلاف یہ اتنی بڑی تشہیری مہم چلائی گئی پاکستان کے میڈیا میں کہ جی وہ جو ہے کرا یہ لیتے ہیں، وہ رائٹٹی لیتے ہیں وہ فلاں کرتے ہیں۔ ہم اُس وقت بھی کہتے تھے آج یہ اس معاہدہ میں PPL کے 1955ء کے معاہدہ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ رائٹٹی جو ہے وہ ساڑھے بارہ فیصد جو ہے وہ well and prince پر دی جائیگی۔ اب بلوچستان میں ہوا کیا؟ بلوچستان کو جو لوٹ مار کی بڑی technical طریقے ہیں۔ کیونکہ ہم تو یہاں ملازمتوں نالیوں اور سڑکوں پر جھگڑتے رہتے ہیں جو بلوچستان کی اربوں اور کھربوں کی دولت ہے۔ بلوچستان میں اُس وقت جو گیس پیدا ہوئی High heating value gas وہ 2006ء تک جب بلوچستان کمیٹی بنی تھی اُس وقت تک بلوچستان کی گیس per MBTU وہ صرف 22 روپے اور 27 روپے۔ ہم جب سینٹ میں تھے جب بلوچستان سے متعلق کمیٹی بنی پھر اٹھارہویں ترمیم ہوئی تو بلوچستان کی گیس کی قیمت 70 روپے پر بنی۔ اس کے علاوہ جو باقی صوبوں میں جو گیس کی قیمت ہے 2 سو 70 روپے 2 سو 80 روپے 2 سو 60 روپے ہیں۔ تو جب بلوچستان کی گیس کی قیمت آپ 2 سو 70 روپے دیتے ہیں۔ جب ساڑھے بارہ اعشاریہ کے حساب سے اُس کو رائٹٹی دینگے تو بلوچستان سالانہ 30 سے 40 ارب روپے کے نقصان پر جاتا ہے۔ اگر بلوچستان کی گیس کی کوالٹی اُس کی مقدار اور اگر اُس کی well head price بڑھیں اور اسکے ساتھ اُس کا جو value addition price ہیں اُسکو جب add کریں تو بلوچستان کی گیس جو ہے وہ بلوچستان کو 30 سے 40 ارب سالانہ دے سکتا ہے۔ اور یہ ہوا ان تمام معاہدات میں بلوچستان کو اور بلوچستان کی ویسے بھی کوالٹی ہے میں یہ ایک دفعہ نہیں ہے ہزار مرتبہ ہر فورم پہ کہہ چکا ہوں کہ بلوچستان کی High heating value gas ہے۔ یعنی ہماری گیس سے دنیا کی سب سے اچھی fertilizer بنتی ہے یعنی کھاد بنتی ہے جو subsidize rate پر باقی صوبوں کو جاتی ہے ایک فیصد کھاد بلوچستان میں نہیں آتی۔ CNG subsidize rate باقی صوبوں میں تقسیم ہوتی ہے بلوچستان میں وہ نہیں آتی ہے۔ اس کے علاوہ سیمنٹ فیکٹری کو، subsidize کیا ہے رعایت۔ یہی بلوچستان میں ویسے ہی ہمارے لوگوں کے پاس کھانے کو روٹی نہیں ہے۔ یہ اسٹیٹ بینک 16 جولائی 2019ء کی رپورٹ ہے اس میں خود کہتا ہے کہ بلوچستان میں تقریباً 30 فیصد گھرانے فاقے پر مجبور ہیں۔ یہ اس کی رپورٹ ہے جولائی 2019ء میں چھپی ہے۔ دوسری طرف یہ بلوچستان ہے جو High heating value gas پیدا کرتی ہے۔ باقی صوبوں کی low heating value gas جو ہے وہ 2 سو 70 روپے میں لی جاتی ہے اور بلوچستان کی وہ 20، 22 اور 23 روپے میں لی جاتی ہے۔ PPL نے 2015ء میں، وزیر اعلیٰ صاحب اُس وقت وزیر پٹرولیم تھے ان کی موجودگی میں، سابقہ وزراء اعلیٰ کی موجودگی میں سابقہ حکومت کی آنکھوں میں دھول جھونک کر یہاں 2 سال

کے لیے معاہدہ آنکھیں بند extension کروائی، تجدید کروائی۔ کسی بلوچستان کے شخص کو پتہ ہی نہیں ہے کہ PPL کے ساتھ بات کیا ہو رہی ہے تو مبین صاحب میری آپ سے یہ گزارش ہے، یہ یقین دہانی کروائی، آپ بلوچستان کے نوجوان سیاسی راہنما ہیں۔ کیا آپ بتائینگے کہ جو PPL سے متعلق آنے والا معاہدہ ہوگا اُس میں بلوچستان کے مفادات کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ یہ معاہدہ بلوچستان اسمبلی میں پیش کیا جائے گا اور کیا اس معاہدہ میں آپ یہ بات اٹھائیں گے کہ بلوچستان کی High heating value gas کی قیمت دوسرے صوبوں کے برابر کریں؟ کم از کم ہماری گیس میں تو تفرق نہ کریں۔ آپ ہم انسانوں میں تو تفریق کرتے ہیں اسلام آباد والے ہر چیز میں۔ لیکن کم از کم ہماری گیس کے حوالے سے قیمت کے حوالے سے تفریق نہیں کریں۔ Nestle کی ایک لیٹر پانی کا بوتل آپ کے ایک ہزار MBTU جو ہے گیس کی قیمت سے زیادہ ہے۔ میں نے پچھلی دفعہ کہا تھا کہ بلوچستان کے ہزاروں ایکڑ زمینیں الاٹ کی جاتی ہیں وہ ایک گز کاٹن کے کپڑے سے بھی ایک ایک ایکڑ کم قیمت پر الاٹ کی جاتی ہے۔ تو بلوچستان کی زمین، تو آپ یہ یقین دہانی اس فلور پر کراؤں گے کہ آنے والا جو بھی معاہدہ ہے وہ اس اسمبلی میں بحث کے لیے پیش ہوگی؟

وزیر محکمہ انرجی : ثناء بھائی! آپ نے بڑا اچھا سوال کیا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ چیئر کو مخاطب کریں۔

وزیر محکمہ انرجی: اسپیکر صاحب! کہ بہت اچھا سوال کیا ثناء بھائی نے۔ اور یقین کریں کہ اُس دن جو فیڈرل منسٹر آئے تھے ہم نے پورا دن لگایا اور ہم نے پوری working کی۔ میرا تعلق پاکستان تحریک انصاف سے ہے اس کے باوجود جام صاحب ہمارے جو Chair کر رہے تھے۔ آپ یقین کریں کہ بلوچستان کی مفاد میں ہم نے جو معاہدے، جو پرانے معاہدے ہوئے ہم نے اس کے ساتھ کوئی agree نہیں کیا۔ اگر ثناء بھائی یہ جو بات کر رہے ہیں کہ وہ اگر proposal میں دے دیتے ہیں تو ہم انشاء اللہ یہ بھی ہم اپنے سیکرٹری کے ساتھ بیٹھ کر کے، ابھی ہماری اسلام آبادی میں جو میٹنگ ہوگی جو کمیٹی بنی ہے تو ہم انشاء اللہ یہ proposal اُس میں پیش کریں گے اور بلوچستان کی مشترکہ مفادات میں یہ اچھا معاہدہ کریں گے اور انشاء اللہ ایسا نہیں ہوگا کبھی یہ جیسے، سابقہ دوروں میں ہوا ہے کہ جی بلوچستان کو بیچ دیا گیا ہے وفاق کے ہاتھوں۔ اب ایسا نہیں ہوگا بہتر معاہدہ ہوگا۔ اور دوسری جو آپ نے بات کی کہ خیبر پختونخوا اسندھ اور پنجاب میں جو معاہدے اُس کی تحت ہم بھی اُس کے اوپر depth کے اوپر بات کرنا چاہیں گے اور ہم پرانے ریٹس کے اوپر بات نہیں کریں گے انشاء اللہ۔ آپ کو اچھی خوشخبری ملے گی۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے جو پیسے بنتے ہیں بلوچستان کے وہ بھی ہم نے لینے سے انکار کیا ہے کہ جب تک ہمارے نئے ریٹس کے

اوپر ہمارے ساتھ بات نہیں ہوگی تو ہم انشاء اللہ اپنی پرانی بھی نہیں لیں گے آپ سے تو آپ اپنا یہ proposal دے دیں انشاء اللہ آپ کو مایوسی نہیں ہوگی یہ اپوزیشن کی بات نہیں ہے وفاق کی بات ہے۔ اس دن جام صاحب نے یقین کریں کہ بلوچستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ اتنے سخت الفاظ استعمال کیئے ہیں آپ سوچ بھی نہیں سکتے اس میٹنگ میں آپ نہیں بیٹھے تھے۔ اُن سے اچھا کہہ دیا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ مبین خان۔ میرے خیال سے کارروائی کو آگے بڑھاتے ہیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب اس میں ایک چھوٹی سی جس طرح مبین صاحب نے بات کی بالکل انہوں نے بجا فرمایا آپ کو یاد ہوگا ستمبر میں میں ایک قرارداد لائی تھی سینڈک کے حوالے سے۔ یہاں بڑی تفصیلی بات ہوئی۔ میری قرارداد کی سب نے حمایت بھی کی میری قرارداد کی بنیاد یہاں بلوچستان، ایک کمیٹی بنی جس میں بلوچستان کے قدرتی وسائل تیل گیس معدنیات سونا چاندی تانبا جو بھی معاملات ہیں بلوچستان میں کوئی بھی expertise کی کمی نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ آپ کی strong will کی commitment کی اور confidence کی ضرورت ہے negotiate کرتے وقت۔ وہ کمیٹی کا اجلاس، سیکرٹری صاحب بیٹھے ہیں آیا ایک اجلاس ہوا جس میں حکومت یہی کہتی رہی کہ چیئر مین ہمارا ہوگا۔ باقی کسی نے، اکثر غیر حاضر رہے۔ تو اس کے بعد ایک اجلاس بھی آج تک نہیں ہوا۔ جس میں ریفرنسز کی بات ہونی تھی جس میں بلوچستان کے واجبات کی بات ہونی تھی اور یہ دانستہ طور پر حکومت نہیں چاہتی کہ اسمبلی اور اس کی جو کمیٹیاں ہیں وہ بلوچستان کے قدرتی وسائل کے حوالے سے اُنکو معلومات ہوں۔ آج کی اجلاس میں میری ایک اور توجہ دلاؤ نوٹس ریکورڈ پر ہے۔ جب ریکورڈ کی بات آئے گی تو میں آپ کے سامنے proof پیش کروں گا کہ جتنی میٹنگیں لندن پیرس اور فرانس میں ہوئی ہیں اور کون وہاں جا رہا ہے اور اینڈ کون کر رہا ہے اور بلوچستان کے عوام اس سے محروم ہیں۔ ہمیں یہاں انہوں نے دو چار چپڑا سی اور چوکیدار کی پوسٹوں پر لڑا رہے ہیں اور ہمیں خود پیٹہ نہیں ہے کہ ہمارے اربوں کھربوں روپے کی دولت وہ negotiate کون کر رہا ہے۔ میں دوبارہ یہ کہوں گا کہ کمیٹی بنی ہے مبین صاحب۔ ہم اپنی proposals jointloy دیں گے۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ لیکن ہمیں لگ رہا ہے کہ بلوچستان کی حکومت یہ نہیں چاہتی کہ بلوچستان کے عوام، اپوزیشن اور جائز نمائندے جو ہیں وہ ان معاملات پر on-board ہوں ہمیں کسی بھی معاملے پر آپ لوگوں نے on-board نہیں لیا ریکورڈ اور سینڈک پر ہم نہیں ہیں on-board۔ پی پی ایل کے معاہدے پر آپ کہہ رہے ہیں کہ ہوا ہی نہیں ہے اس پر ہم نہیں ہیں۔ ہمیں ایک strong commitment چاہیے کہ وہ کمیٹی فعال کریں اور اُس کمیٹی میں پی پی ایل سے متعلق یا دوسروں سے متعلق معاہدات کو لے آئیں مجھے

آپ پر نہیں آپ کو صرف ذمہ داریاں دی گئی ہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ کو full-fledge ministry دے دیں تاکہ کم از کم آپ کی commitment اور بات جو ہے ہمارے لیے honour کریں لیکن یہ ہے کہ کیا حکومت ظہور صاحب بیٹھے ہوئے ہیں سردار صاحب بیٹھے ہوئے ہیں وہ ابھی بات کریں گے ہم commitment چاہتے ہیں کہ جو بلوچستان کی جو زندگی اور موت سے متعلق جو فیصلے ہیں وہ آپ اکیلے بیٹھ کر نہیں کریں یہاں کریں تاکہ کل اگر اچھے اور برے معاہدے ہوں گے تو ہم سب ذمہ داری اٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مینٹل صاحب! میرے خیال میں کارروائی بہت رہتی ہے بس ہو گیا ثناء اللہ صاحب نے آپ لوگوں کی طرف کر دیا سے۔

میر محمد اکبر مینٹل: جناب اسپیکر معاہدوں کو از سر نو لانے کے لئے اس اسمبلی کو اعتماد میں لیا جائے وہاں بھی کوئی فلاحی کام نہیں کر رہا ہے نہ اسکولیں بنا رہا ہے نہ ہسپتال بنا رہا ہے جو کچھ ہے اسلام آباد لے جا رہا ہے تو اس کو add کریں۔ تاکہ ایوان میں پیش ہو اور ایوان کے اعتماد کے ساتھ اس کو پاس کیا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: کھیران صاحب مختصر کر لیں کارروائی بہت زیادہ ہے۔

وزیر خوراک و بہبود آبادی: جناب اسپیکر صاحب day one سے ہماری حکومت کی آپ vision سمجھیں اس کا manifesto سمجھیں کہ یہ بلوچستان ہے اس کے ساتھ ماضی میں جو زیادتیاں ہوئیں انشاء اللہ میں ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ ہم اس سرزمین کی ایک ایک انچ کی ہماری حکومت حفاظت کرے گی۔ جیسے کہ میرے دوست نے کہا کہ وفاقی وزیراکی، وہاں زمینوں کا مسئلہ تھا۔ جو کہ پانچ ہزار روپے prime location پر، پانچ ہزار روپے فی ایکڑ کی حساب سے پچھلے ادوار میں اُس کو آپ کوئی نام، میں پھر نام لوں گا تو پھر تھوڑا سا کچھ اور ہو جائے گا، کوڑیوں کے مول دی گئیں۔ ہماری میٹنگ ہوئی جس میں مین صاحب اور ہم سب موجود تھے۔ ہمارے چیف منسٹر نے اُس پر اتنا اسٹینڈ لیا کہ آپ تصور نہیں کر سکتے۔ اُس نے کہا کہ یہ وہ وقت بھول جائیں ہم اس سرزمین کی ایک ایک انچ کی تحفظ کریں گے، ہم نے قسم کھائی ہوئی ہے۔ اب آتے ہیں معاہدے کی جانب۔ دوسرا معاہدہ 1985ء میں ہوا جو کہ 2015ء میں expire ہو گیا۔ per-head, per-well head وہ اُسکی price ہوتی ہے اُس پر جیسے کہ ثناء صاحب نے فرمایا ہے۔ ہم onboard ہیں۔ ہماری میٹنگ ہوئی۔ عمر ایوب، جہانگیر ترین، بابر یہ سارے۔ ہم کوشش کر رہے ہیں گوکہ ہمارے ذخائر کم اُن کی عمر رہ گئی ہے۔ نئی explorations ہو رہی ہیں اللہ خیر کرے بلوچستان میں مزید ذخائر دریافت فرمائے۔ اسی فیصد ستر فیصد dead ہو چکے ہیں۔ باقی جہاں تک سوال ہے جیسے ثناء صاحب نے فرمایا ہے یہ صرف ہمارا بلوچستان نہیں ہے، اس ایوان میں بیٹھے ہوئے پینسٹھ ممبر جو نما ساندگی

کر رہے ہیں یہ سب کا بلوچستان ہے۔ جتنا میرا حق ہے اس پر اُتنا حق اُس کا ہے۔ ہم پہلے بھی چھوٹی سی چھوٹی سی چیز پر onboard لے رہے ہیں اپوزیشن کو۔ تنقید برائے تنقید نہیں ہونی چاہیے۔ ہم ان کو welcome کہیں گے ہمارے نئے معاہدوں میں ہم جارہے ہیں چاہے وہ پاور سیکٹر میں ہیں چاہے۔ اب آپ دیکھیں کہ زمین پانچ ہزار روپے ایکڑ جاتی ہے اور میرا چیف منسٹر اُس پراسٹینڈ لیتا ہے دو کروڑ سے اوپر ایکڑ کی بات کرتا ہے۔ جہاں کوئی، تو آپ اس میں difference دیکھیں۔ بلوچستان کی میں بات کر رہا ہوں ہم بلوچستان اسمبلی میں بیٹھے ہیں۔ اسی طریقے سے گیس اسی طریقے سے پی پی ایل کے معاہدات چاہے وہ ریکوڈک ہو یا سینڈک۔ یہ فرما رہے ہیں ثناء صاحب کہ میٹنگیں ہو رہی ہیں بالکل ہو رہی ہیں جرمانہ ہو چکا ہے۔ وہ بھی مطلب اسی اعلیٰ عدالت نے نہیں کیا وہ ایک اُن کو پتہ ہے یہ ساری چیزیں انشاء اللہ انشاء اللہ کیوں ہمیں پتہ ہے۔ کہ جو پچھلے ادوار میں میں کسی کا نام نہیں لیتا ہوں جو لندن اور سوئیٹزر لینڈ کی سیر کر کے واپس آتے تھے یہاں کے نمائندے اب وہ چیزیں نہیں ہیں انشاء اللہ۔ میں وثوق سے ذمہ داری سے کہتا ہوں اپوزیشن کو کہ بلوچستان کے مفاد میں، ہاں ایک چیز ہے قانون کے مطابق گورنمنٹ ٹو گورنمنٹ ایک معاہدہ ہوتا ہے حکومت کا کام ہے اُس کے اُن معاہدات ہوتے ہیں یا کوئی ایگریمنٹ ہوتا ہے کوئی MoUs-sign ہوتے ہیں وہ حکومت کا ہوتا ہے لیکن اُس میں آپ کی رائے کو ہم اہمیت دیں گے افضل جانیں گے جو اس بلوچستان کی ترقی اور اس کی پسماندگی دُور کرنے کے حوالے سے اور جو اس کی حقوق کی بات ہوگی انشاء اللہ آپ ہم سے دُور نہیں ہوں گے آپ ہمارے ساتھ شانہ بشانہ ہوں گے۔ آپ ہمیں commitment دیں ہم بھی آپ کو commitment دے رہے ہیں کہ ہم آپ کو by-pass کر کے کوئی ایسا اقدام نہیں کریں گے کہ کل آئیوالی نسلیں، چاہے میرا قائد ہوگا یا جو بھی آپ کو treasury benches پر نظر آ رہے ہیں کہ کل ان کی اولادیں یا ہم کسی کو اس جناح روڈ پر یا فٹ پاتھ پر منہ دکھانے کے قابل نہیں ہوں۔ جو کر کے گئے وہ بلوچستان کے سیکرٹریٹ میں بھی اجنبی بن چکے ہیں بلوچستان کے جناح روڈ پر بھی اجنبی بن چکے ہیں بلوچستان کے نوجوانوں کے سامنے بھی وہ اجنبی ہیں جنہوں نے بلوچستان کے حقوق کے سودے کیے ہیں۔ ہم وہ مقام اپنے اوپر نہیں لائیں گے اُس سے بہتر سمجھیں گے کہ ہم مرنا پسند کریں گے اس کے حقوق کی سودے بازی نہیں کریں گے۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ میرے خیال سے اب مزید بات کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ جناب ثناء بلوچ صاحب آپ اپنا سوال نمبر 187 دریافت فرمائیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر۔ سوال نمبر 187۔

☆ 187 جناب ثناء اللہ بلوچ، رکن اسمبلی:

کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم مطلع فرماہیں گے کہ،
سال 1954ء تا حال بلوچستان کو پاکستان پٹرولیم لمیٹڈ PPL کی جانب سے گیس آمدنی، کرایہ اور رائلٹی کی مد میں
حاصل ہونیوالی آمدنی کی مدوار تفصیل دی جائے۔

وزیر خزانہ:

کھاتہ حسابات قدرتی گیس کا معاوضہ (رائلٹی)

مالی سال	نظر ثانی شدہ میزانیہ
1973.74	5.245
1974.75	6.844
1975.76	8.074
1976.77	8.075
1977.78	8.080
1978.79	11.071
1979.80	11.072
1980.81	11.075
1981.82	11.077
1982.83	11.077
1983.84	225.800
1984.85	246.900
1985.86	350.500
1986.87	417.300
1987.88	310.100
1988.89	208.400

1989.90	273.800
1990.91	248.700
1991.92	265.000
1992.93	342.080
1993.94	469.224
1994.95	503.120
1995.96	685.643
1996.97	755.676
1997.98	958.350
1998.99	1,018.023
1999.200	1,173.721
2000.01	1,205.680
2001.02	1,547.023
2002.03	1,892.206
2003.04	1,832.320
2004.05	1,755.697
2005.06	2,238.366
2006.07	2,971.597
2007.08	2,918.182
2008.09	7,248.198
2009.10	3,875.640
2010.11	4,457.510

2011.12	5,594.251
2012.13	5,189.875
2013.14	5,501.109
2014.15	5,970.819
2015.16	5,694.639
2016.17	5,253.255
2017.18	4,877.759
2018.19	4,783.556
Total	83,351.700

جناب ڈپٹی اسپیکر: جواب آپ کو مل گیا ہے table ہو گیا ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جواب مل گیا ہے۔ وہ کہیں کہ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے پھر آگے جاتے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: چونکہ منسٹر نہیں ہے حکومت کی جانب سے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: منسٹر بیٹھے ہیں وزیر خزانہ صاحب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اچھا وزیر خزانہ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں سوال نمبر 187 ہے۔

وزیر خزانہ: جناب اسپیکر! جو ساری details ہیں یہادی گئی ہیں۔ لیکن ثناء صاحب کو میں ایک چیز clear

کرتا جاؤں جو انہوں نے آگے ہونے والے معاہدات کی بات کی جس میں پی پی ایل ہے اور لسبیلہ میں آئل

ریفائنری بن رہی ہے اُس کے حوالے سے جس پر ہم نے خدشات کا اظہار کیا ہے۔ جناب اسپیکر! یہ جو

assets ہیں کسی حکومت کے نہیں ہیں بلکہ پورے بلوچستان کے عوام کے ہیں۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ بلوچستان کی جو

نمائندگی ہے وہ یہ اسمبلی کرتی ہے۔ بیشک وہ جس پولیٹیکل سے اُنکا تعلق ہو جمعیت کا ہو پی کے میپ کا ہو، بی این پی کا

ہو، کسی بھی پارٹی کا ہو لیکن چونکہ اسکا تعلق براہ راست ہمارے بلوچستان کی یہ قومی assets ہیں اُس کے حوالے

سے ہیں۔ پی پی ایل کا معاہدہ 1950ء میں بنیادی طور پر ہوا تھا اور ساٹھ سال اور تیس سال کے بعد یہ معاہدہ

review ہوا ہے اب یہ 2015ء میں ختم ہو گیا جس وقت مسلم لیگ کی حکومت تھی انہوں نے ایک عبوری معاہدہ کیا

تھا۔ اب جا کے وہ معاہدہ دوبارہ ختم ہو گیا ہے۔ جس پر سردار صاحب نے اور مین صاحب نے تفصیلاً اُن کو جواب دیا۔

basically PPL کی جو ٹوٹل جو reservoirs تھی وہ کوئی تیرہ TCF تھی جس میں بارہ TCF پہلے ہی utilize ہو چکی ہے اب ایک TCF رہتا ہے۔ جب فیڈرل گورنمنٹ نے بلوچستان کو approach کیا تو اُس میں حکومت بلوچستان کا مؤقف یہ تھا کہ آپ جو Article-172(3) کے تحت جس میں زمین کے نیچے جو بھی وسائل ہوں گے اُس میں فیڈرل اور پرائونٹل گورنمنٹ کی فنڈی فنڈی پرسنٹ پارٹنرشپ ہوگی۔ اُس حوالے سے ہم آپ کے ساتھ معاہدہ کریں گے اُس میں فنڈی پرسنٹ جو آپ کا انکم ہوگا پلس جو آپ کی assets تھے پی پی ایل کی اُس پر بھی فنڈی پرسنٹ جو ہے گورنمنٹ آف بلوچستان اُس کا دعویدار ہوگا۔ تو اس پر مذکرات جاری ہیں اور اُس دن جب وہ آئے تھے اُن کے پاس تین ایشوز تھے۔ ایک ایشو پی پی ایل کا جس پر جام کمال خان صاحب نے صاف اور دو ٹوک بات کی کہ یہ ایک constitutional provision ہے اُس کے تحت آپ آئیں معاہدہ کریں اٹھارویں ترمیم ہم کرنے کے لئے تیار ہیں اس کے علاوہ ہم آپ سے کوئی بات نہیں کریں گے۔ حالانکہ حکومتی ایک اہم شخصیت آئی ہوئی تھی۔ دوسری بات انہوں نے آئل ریفائنری کی وہاں لسبیلہ میں 1994 basically میں بیراگ ایک ادارہ ہے گورنمنٹ آف پاکستان کی اُس کو گورنمنٹ آف بلوچستان نے چودہ سو ایکڑ زمین lease-out کر دی جس میں جو گورنمنٹ لینڈ تھی اُس کا جو ریٹ لگایا گیا تھا جو پانچ ہزار فی ایکڑ جو کہ نہایت نا انصافی تھی۔ اور کچھ پرائیویٹ لینڈ دو سو تین سو ایکڑ وہاں سے acquire کی گئی اور انہوں نے جو ہے وہ اُس زمین کو پھر دوبارہ بغیر گورنمنٹ آف بلوچستان کو مطلع کئے ہوئے اس کو lease-out کیا گیا اسپارکو کو۔ البتہ اُس میں جو اُن کا جو lease agreement تھی الاٹمنٹ ایگریمنٹ آپ دونوں تشریف رکھیں۔ دوسرے سوال پر آتے ہیں۔ اس میں بحث و مباحثہ زیادہ ہو گیا۔ کہ اگر آپ ایک certain time period اس کو آپ utilize نہیں کر سکتے تو وہ زمین کینسل سبھی جائے گی۔ تو گورنمنٹ آف بلوچستان نے وہ ایگریمنٹ کو invoke کیا اور اُن کی جو زمین تھی اُن کو کینسل کر دی۔ جب انہوں نے یہ بات کی تو اُن سے ہم نے یہ کہا کہ جی گورنمنٹ آف بلوچستان نے بلکہ بلوچستان کی اسمبلی نے ایک land lease policy جو ہے وہ بنائی ہے جس میں اُن کا کہنا تھا کہ جی دعویٰ کی ایک کمپنی ہے اُس کے ساتھ اسپارکو جو ایٹ و پنچر میں جا کر اس sixty, forty کے ratio میں ایک آئل ریفائنری بنانے چاہ رہی ہے۔ جس میں ٹوٹل اُسکی جو لاگت آئے گی وہ Seven Million dollars آئے گی۔ تو گورنمنٹ آف بلوچستان کا اور چیف منسٹر صاحب کا یہ مؤقف تھا کہ آپ بلوچستان گورنمنٹ کو بلوچستان صوبہ کو اس میں پارٹنرشپ دے دیں۔ جس پر انہوں نے 7% کا کہا تھا۔ اُن کا مؤقف یہ تھا کہ جی ہم آپ کی زمین کی قیمت دے دیں گے تو اُس پر وزیر صاحب نے اُنکو کہا کہ ہمارے پاس سب سے زیادہ asset جو ہے وہ ہماری زمینیں

ہیں۔ اور اُس کی وجہ سے اور ہمارے پاس کوئی اس طرح کی چیز نہیں ہے۔ ہمارے بہت سارے ایجنٹس ہیں معاملات ہیں۔ تو انہوں نے calculation کیا تھا کہ اُس پر گورنمنٹ آف بلوچستان کو اگر اس معاہدے پر اور اس ڈیمانڈ پر ہم عمل کریں تو سالانہ تیس ارب روپے بلوچستان گورنمنٹ کو ملیں گے۔ تو اس بات پر بات وہیں پر رکھی کہ جی ہم آگے جا کر کے اس پر مزید بات کریں گے۔ in principle انہوں نے کہا تھا کہ جی گورنمنٹ آف بلوچستان کا کوئی نہ کوئی پورشن ہونا چاہیے۔ اس کے ساتھ جو بلاک 38 جونئی reservior کو بلو اور ڈیرہ بگٹی کے ایریا میں دریافت ہوئے ہیں جس میں کہا یہ جا رہا ہے کہ بہت زیادہ وہاں گیس اور تیل کے reserviors ہیں۔ تو اُن پر گورنمنٹ آف بلوچستان کا clear-cut دو ٹوک مؤقف یہ تھا کہ جی آپ پاکستان کے آئین میں جو آرٹیکل 173(2) کی clause three کے تحت جس میں پرائیویٹ گورنمنٹ فنڈی پرسنٹ شیئر ہولڈر ہوگی اُسکے تحت ہم آپ کے ساتھ معاہدہ کریں گے دوسری بات جناب اسپیکر! یہاں کوئی کام under the table نہیں ہو رہا ہے بلکہ جیسے یہ لوگ آئے تھے اگلے دن یہ بات میڈیا میں آگئی تھی اور میں آپ کو اور اپوزیشن کی جماعتوں کو مطلع کروں اور اُنکی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ گورنمنٹ آف بلوچستان خدا نخواستہ کوئی اس طرح کی معاہدات نہیں کرنے جا رہی ہے جو خفیہ ہوں۔ جو بھی معاہدات ہوں گے اُس میں اپوزیشن کو اُس میں بلوچستان کے عوام کو اُس میں تمام stakeholders کو اعتماد میں لیں گے اس کے بعد پھر کوئی معاہدہ ہوگا تو جناب اسپیکر! میرا خیال ہے اب ثناء صاحب مطمئن ہوں گے۔ اور دوسرا جو اُن کا سوال تھا یہاں اُس میں already اُس کا جواب مل چکا ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: شکر یہ جناب اسپیکر! میرا سوال یہ نہیں تھا جس کا جواب ظہور صاحب نے مجھے دیا ہے وہ میرے پچھلے سوال کا تھا میں نے آئل ریفرنسری کا دریافت نہیں کیا ہے میں نے کاپر گولڈ ریفرنسری کے بارے میں بات کی چلو اُن کی مہربانی ہے کہ انہوں نے آئل ریفرنسری کے حوالے سے جواب دیا ریفرنسری confusing word ہے تو میں نے کاپر گولڈ کی ریفرنسری سینڈک کے حوالے سے کی میرا جو سوال تھا ظہور صاحب 187 اسمبلی آپ نے بڑی تفصیل کے ساتھ جواب دیا۔ 1973-74ء سے لیکر آپ نے 2018-19ء تک بالکل تفصیلات دی ہیں پی پی ایل سے ملنے والی رقم یہ مجھے ذرا بتا سکتے ہیں کہ یہ millions میں ہیں یا billions میں ہیں؟

وزیر خزانہ: سر! یہ millions میں ہیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: ملین میں، شکر یہ ظہور صاحب۔ اس میں آپ صرف یہ مجھے بتا سکتے ہیں کیونکہ آپ وزیر خزانہ ہیں اور تفصیل آپ نے مجھے فراہم کی ہے بلوچستان کی یہ جتنی دولت ہے اس میں یعنی 1973-74ء میں ہمیں صرف 5.2 ملین ملے ہیں یعنی باون لاکھ روپے۔ بلوچستان میں اُس وقت گیس نکلتی تھی تو بلوچستان کو پورے

سال میں صرف باون لاکھ روپے ملے تھے گیس کی مد میں۔ اور یہ اسی طرح بڑھتا گیا ہے اٹھاسٹھ لاکھ، اسی لاکھ پھر اُس کے بعد ایک کروڑ، ایک کروڑ پھر دو کروڑ۔ یہ تقریباً 96-1995ء تک چھ کروڑ پچاسی لاکھ۔ اور پر 09 کروڑ 2003ء۔ یہ 2008ء اور 2009ء میں آپ بتا سکتے ہیں کہ 7248 millions یہ کیوں ہوا؟ نمبر ایک۔ یہ دیکھیں یہ ذرا یہ کروڑوں سے بڑھ کے اچانک سات ارب روپے پر یہ کیسے پہنچا ایک یہ۔ دوسری بات یہ کہ پھر جا کر کے سات ارب سے کم ہوتا ہوا تین ارب چار ارب پر پھر دوبارہ reverse میں آ گیا ہے یہ ذرا اس کا مجھے بتائیں یہ کیا ہے؟

وزیر خزانہ: جناب اسپیکر! میں تو سب سے پہلے ثناء بلوچ صاحب کو بتانا چاہتا ہوں کہ 1973ء میں میں وزیر خزانہ نہیں تھا پہلی بات اور 1973ء میں جن کی حکومت تھی وہ اچھی طرح جانتے ہیں اب میں اس میں مزید نہیں جانا چاہتا۔ basically یہ کوئی اُنکا set-formula ہے جس کے تحت گورنمنٹ آف بلوچستان کو آمدنی کو ملتی تھی اور انہی دوران آپ جناب کی بھی حکومت آئی تھی باقی قوم پرستوں کی بھی حکومت آئی تھی۔ جو یونیورسٹی میں وصول ہوتے گئے ہیں پی پی ایل کے توسط سے وہ ہم سارے اُنکو بتا دیئے ہیں، اب کم ہوا ہے زیادہ ہوا ہے کیونکہ اُس وقت میں وزیر خزانہ نہیں تھا۔ اگر ہوتا میرے پاس ریکارڈ ہوتا ضرور بتا دیتا۔ جو ہمیں وصول ہوا ہے وہ یہی ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب اسپیکر! یہ سوال اس لئے دی ہے میں ہمیشہ کہتا تھا کہ بلوچستان کی ساری دولت کاہر حساب کتاب کا تعلق حکومتوں کے ساتھ ہیں۔ وہ پوچھتے ہیں کہ کیوں ہمارے کل پیسے کم تھے اور آج زیادہ ہو گئے ہیں اور پھر زیادہ بھی تھے پھر کم ہو گئے؟ ہماری گیس وہی ہے۔ آپ نے کہا کہ جی کوئی تیرہ ٹریلیں کیوبک فٹ ہماری ساری ریسورسز تھی۔ وہ اب ون ٹریلیں پر آ گئے ہیں۔ one point six trillion cubic foot۔ یہ ہمیں کون بتاتا ہے؟ یہ پی پی ایل بتاتا ہے۔ ہم نے ایک اتنی سی مشین بھی نہیں خریدی کہ جا کے پتہ کریں کہ یہ گیس کتنی نکلتی ہے دن میں اور کتنی اُس میں ابھی تک موجود ہے؟ پی پی ایل کہتا ہے کہ جی چار سو سینتیس ملین۔ جو ملین کیوبک فٹ جو ہے وہ روزانہ کے حساب سے گیس وہاں سے نکلتی ہے۔ میری تو observation کیونکہ جب میں 2004-2005ء میں جب میں سینٹ میں تھا، یہ جو پیسے پڑے ہیں ظہور صاحب یہ بلوچستان اسمبلی کی وجہ سے نہیں یہ بلوچستان کے اُن غریب عوام کی وجہ سے ہیں جو سڑکوں پر نکل آئے۔ بلوچستان میں جو آگ لگی جو آگ بھڑکی ڈیرہ بگٹی سے لیکر مکران تک جھالاوان تک جس میں سینکڑوں لاشیں ملیں، یہ دولت اُن غریب لوگوں کی محنت اور جدوجہد کے بعد آئی ہے۔ بلوچستان کی گیس کی قیمت میں روپے سے ستر روپے پر جا پہنچی تو یہ پیسے آئے ہیں۔ یہ آپ کی معلومات جب تک اس چیز پر نہیں ہوگی آپ آنے والے معاہدے میں وہ ہمارے ساتھ یہی گڑبڑ کریں گے بلوچستان کے جو یونیورسٹی جو چھ

ارب آٹھ ارب روپے سے آج اسی پچاسی ارب روپے تک پہنچ گیا یہ مرہونِ منت ہے اُن لوگوں کی جنہوں نے بلوچستان کی قدرتی وسائل دولت اُس کے سونے چاندی اور تانبے کے لئے جدوجہد کی وہ اسمبلی میں یا پارلیمنٹ میں، پارلیمنٹ میں نہیں بلکہ پارلیمنٹ سے باہر بیٹھ کر۔ اب ہم بحیثیت پارلیمنٹریں یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس کا تحفظ کیسے کریں۔ میں صرف ظہور صاحب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ثناء بلوچ صاحب اس سے پہلے وزیر خزانہ صاحب نے آپ کو جواب دے دیا کہ جو پچھلے معاہدے ہوئے ہیں وہ پچھلے حکمران ہی جانتے ہیں کہ انہوں نے کیا سوچ کر وہ معاہدے کیسے ہیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ 2015ء کے بعد بھی، یہ اصل میں 2012ء میں سندھ نے، دیکھیں میں این ایف سی کے حوالے سے ہم یہاں روئیں۔ ہم یہاں آئے۔ ہمارے پاس دو چار ارب روپے ہیں جس پر سب کی نظریں لگی ہیں روزانہ ہم اے سی ایس ڈی واپس منٹ، فنانس میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ دو چار سو کروڑوں کے لئے ریلیز کریں اس لئے کہ ہمارے پاس جو جتنی دولت ہے وہ کم ہے جس پر ہم لڑتے ہیں جھگڑتے ہیں۔ اسکول ہسپتال وغیرہ مکمل نہیں۔ ڈیولپمنٹ کا جو شرح ہے ریشو ہے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ late کیوں کر رہے ہیں کل آپ لے آئیں یہاں ہم آپ کو پی پی ایل کا فارمولہ دے دیں گے۔

وزیر خزانہ: جناب اسپیکر! اگر سوال مکمل ہوا ہے تو میں جواب دوں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: ظہور صاحب! بالکل۔

وزیر خزانہ: جس طرح آپ لوگ گھنٹہ گھنٹہ تقریر کر لیتے ہیں آپ لوگ بالکل کر لیں ہم سن لیں گے پھر جواب دیں گے۔ دیکھیں جناب اسپیکر! ہم بلوچستان عوامی کی حکومت جو ہے وہ 2018ء میں آئی ہے اس سے پہلے کس کس کی حکومت تھی وہ مجھے بتانے کی ضرورت نہیں ہے وہ سارے بلوچستان کے عوام کو پتہ ہے۔ بلوچستان کے عوام کی ڈیمانڈ کے مطابق اگر انہوں نے گیس کی ریٹ بڑھادی ہے یہ تو خوش آئند بات ہے اگر حکومتوں کو کوسنا ہے تو اس میں تو سارے آجاتے ہیں۔ آپ اُس دور میں حکومت میں رہے ہیں recently PK MAP اور نیشنل پارٹی حکومت میں رہی ہیں اس سے پہلے مسلم لیگ (ن) کی حکومت تھی۔ BNA کی بھی حکومت تھی تو یہ تسلسل چلا آ رہا ہے۔ میں آپ کو اتنا بتاؤں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: یہ درست کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔

وزیر خزانہ: جناب اسپیکر! پی پی ایل کی جو کمپنی تھی وہاں بھی سیکرٹری انرجی کو اس حکومت نے ممبر کروایا ہے اس سے پہلے تو ممبر ہی نہیں تھا۔ جناب اسپیکر! اس سے پہلے میں نے آپ کو تفصیل بتا دی ہے اگر تقریر کرنی ہے کہ

سوشل میڈیا پر آپ کی تقریر چلے بیشک ہم تالیاں بجائیں گے بی این پی والوں کو ہم فراخ دلی سے سنیں گے۔ ہم ڈیموکریسی پر یقین رکھتے ہیں ہم لوگوں کو سننے میں یقین رکھتے ہیں ہم برداشت کرنے پر یقین رکھتے ہیں۔ اور جو facts and figures یہاں دیئے ہیں اب میں ان کو تو change نہیں کر سکتا ہوں جو ریکارڈ میں بلوچستان گورنمنٹ کو ملے ہیں جو budget-books میں آئے ہیں تو اُس میں اگر میں کہوں کہ زیادہ ملے ہیں کم ملے ہیں۔ فلاں حکومت نے یہ کیا فلاں نے یہ کیا ہے اب ان باتوں پر blame campaign میں نہیں جاتے۔ جو آنے والے معاہدات ہوں گے جو ہمارے محرک صاحب ہیں اسمیں ہم ان کو اعتماد میں لیں گے اُس میں میں آپ کو پوری اسمبلی کو پورے بلوچستان کو کہ کوئی ایسا معاہدہ نہیں ہوگا جو بلوچستان کے عوام کے مفادات کے خلاف ہو یہ surity ہم یہ یہاں ٹریڈری پنچر میں جتنی بھی coalition partners ہیں ان سب کی طرف سے آپ لے لیں اور باقی میں، آپ نے سوشل میڈیا میں جو فیڈ کرانا ہے ابھی میں آپ کو ٹائم دوں گا آپ دو گھنٹے بولتے رہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ثناء بلوچ صاحب اب دوسرے سوال کی طرف آتے ہیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب اسپیکر! پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم یہاں آتے ہیں ہمارے لیے جو ہم معاملات پر یہ سوال میرے خیال میں یہ معاہدہ 1955ء کے بعد پہلی دفعہ یہ اس فلور پر آیا ہے۔ 1973-74ء سے لیکر آج تک کا حساب کتاب ہم نے یہاں منگوا یا ہے اور جو یہاں آیا ہے۔ میں نے آپ کو بتایا کہ باون لاکھ سے یہ سات ارب پر آیا آج پانچ ارب پر پہنچ گیا ہے ایک ایک دن آپ ضائع کر رہے ہیں۔ بلوچستان کے اربوں روپے ضائع ہو رہے ہیں ڈیڑھ سال سے آپ کی حکومت آئی ہے این ایف سی ایوارڈ پر آپ زیرو۔ پی پی ایل کے ساتھ معاہدے پر آپ زیرو۔ ریکوڈک کے حوالے سے آپ خفیہ مذاکرات کر رہے ہیں آپ بلوچستان کی سونے اور چاندی۔ آپ کو یہ کمیٹی فنکشنل ہونے نہیں دے گئی۔ آپ کی ساری حکومت خود صبح سے شام تک ٹرانسفرز۔

وزیر خزانہ: یہ ثابت کریں۔ دیکھیں یہاں الزام تراشی نہیں کریں اسمبلی کا ایک ڈیکورم ہوتا ہے۔ میرے بھائی یہی این ایف سی ایوارڈ کی وجہ سے اب بلوچستان سرپلس میں جا رہی ہے باقی صوبوں کو دیکھیں وہ رو رہے ہیں۔ بلوچستان کے پاس کوئی پینتالیس سے پچاس ارب روپے ابھی پڑے ہوئے ہیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: کس چیز کے؟

وزیر خزانہ: جناب اسپیکر! این ایف سی ایوارڈ جو ہوا تھا۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: خدا کو مانیں سر! یہ پہلا صوبہ ہے جس نے اسی ارب روپے ڈیفیسٹ کا بجٹ پیش کیا ہے کہتا ہے کہ سرپلس پڑے ہیں۔ یہ surplus پیسے کہاں ہیں؟

وزیر خزانہ: اسی حکومت نے این ایف سی سیکرٹریٹ بنایا ہے اس سے پہلے تو سیکرٹری اور ایک وزیر جا کر کے معاہدہ کر لیتے اس دفعہ ہم نے کہا ہے کہ این ایف سی میں تیاری کے ساتھ کریں جناب اسپیکر! یہ ہماری کامیابی ہے کہ ہم آئین کے مطابق مذاکرات کرتے ہیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب اسپیکر! کل پرسوں بلوچستان ہائی کورٹ نے چھ سو کے قریب ملازمین، انہوں نے جعلی طور پر سولہ سترہ گریڈ والے کو انیس گریڈ پر بٹھایا میری پیشین پر، contempt of court پر ان کو گڈ گورننس سکھایا ہے یہ کہتے ہیں آپ نے خانہ خراب کر دی ہے ایسے کی تیسری کر کے رکھ دی ہے انہوں نے۔ سارے سیکرٹریز کو سارے آفیسرز کو بلیک میل کرتے ہیں ان کے وزراء۔

وزیر خزانہ: اب آفیسرز کی تعیناتی پر آگے ہیں وہ تو گورنمنٹ کی prerogative ہے دنیا کی ہر حکومت یہ کرتی ہے تو اس میں گورنمنٹ آف بلوچستان کو کیوں جناب اسپیکر! ثناء صاحب ہمارے اچھے دوست ہیں۔ وہ اچھا بولتے ہیں بڑے وزن کے ساتھ۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: کب کر رہے ہیں معاہدہ؟ کب پی پی ایل کے ساتھ ایک دن ضائع کیئے بغیر بتائیں۔ وزیر خزانہ: لیکن come to the point اس میں گورنمنٹ آف بلوچستان کی کیا کوتاہی ہے۔ 1973ء میں جو اتنے پیسے نکلے اُس میں آپ کیا کہیں گے اس میں تو NAP کی حکومت تھی جس میں آپ کے جو لیڈرز تھے وہ وزیر اعلیٰ تھا مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں۔ اور اس کے بعد 1997ء میں آپ کی حکومت آئی آپ نے کیوں معاہدات review نہیں کیے۔ اُس وقت آپ کیوں پرائم منسٹر کی گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے چاغی چلے گئے۔ کیا یہ ڈھکی چھپی باتیں ہیں؟ جناب سننے کا بھی گردہ رکھیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب اسپیکر! ہم سن رہے ہیں۔

وزیر خزانہ: یہاں کوئی بھی ایسا نہیں جو آپ بولتے رہیں اور خاموش ہو جائیں۔ آپ جس intensity کے ساتھ بولو گے اُسی طریقے سے ثناء کو جواب دیا جائے گا۔ کیا یہ ہماری کوتاہی ہے کہ ہم نے سیدھا سادھا facts and figures دیئے۔۔۔ (مداخلت)

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ دونوں بیٹھیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب! میں اُن سے یہ نہیں پوچھ رہا ہوں کہ پہلے کیوں کم ملے۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ زیادہ کیوں ملے آپ وزیر خزانہ ہیں آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ جی زیادہ ملے ہیں تو فارمولہ تھا۔ ابھی ان کی حکومت میں یہ کم ہوئے ہیں یہ دیکھ لیں۔ اور میں دوسری بات سردار ایک منٹ میں ختم کر دوں۔ اسی پر آ رہا ہوں۔

آپ ڈیڑھ سال سے حکومت میں بیٹھے ہوئے ہیں اور بلوچستان کی ریونیو پی پی ایل کی مد میں کم ہو رہی ہے، ہم آپ کو یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ فارمولہ بنائیں اور کب یہ معاہدہ طے کریں گے تاکہ بلوچستان کو سالانہ دس سے پندرہ یا بیس ارب روپے زیادہ ملیں ہمیں آپ date دے دیں۔ این ایف سی کے ساتھ شامل ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: سردار کھیتراں صاحب! آپ بیٹھ جائیں، آپ وزیر خوراک ہیں۔ وزیر خزانہ صاحب وہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: آپ اگلے سوال پر آ جائیں مجھے پتہ ہے ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ جناب والا! ان کے پاس facts and figures نہیں ہیں۔ پڑھ کے آئے ملین اور بلین کے بارے میں کوئی سوچ کے آئے کہ بلوچستان نقصان میں کیوں جا رہا ہے؟ بلوچستان کے آفیسروں پر جو نیئر سینئر پر پریشر ڈالنا بند کر دیں۔ سارے بلوچستان کو بلیک میٹنگ فون اور WhatsApp کے ذریعے سے چلا رہے ہیں۔ ہر ضلع میں مداخلت، ہر ضلع کے معاملات میں جو ہیں مداخلت کے سوا یہ بتائیں انہوں نے بلوچستان کی ڈویلپمنٹ کے حوالے سے ایک بھی strategy دی ہو۔ اگلے سوال پر آئیں جناب والا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جناب ثناء بلوچ صاحب آپ سوال نمبر 211 دریافت فرمائیں۔ وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: یہ سوال و جواب کا سیشن ہے جناب اسپیکر صاحب! فلور مجھے دیا ہو ہے ظہور صاحب ایک منٹ صبر کریں۔

وزیر خزانہ: فنانس ڈیپارٹمنٹ نے گورنمنٹ کی مد میں ریلیز کیئے ہیں۔ اگر اسی مہینے کے پچھلے سال آپ دیکھیں یا اس سے پچھلی حکومت میں آپ دیکھ لیں وہ دو سے تین ارب میں ہوتے تھے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب! ہمارے ٹینڈر آتے ہیں پھر یہ کینسل کرتے ہیں۔ ہمارے آفیسر کو ٹینڈر سے ایک دن پہلے ٹرانسفر کرتے ہیں۔ جناب والا! انہوں نے بلوچستان کو تقسیم کیا ہوا ہے۔ کچھ علاقوں میں ہمارے آفیسران کو تیسرے درجے کا شہری سمجھ کر کچھ اضلاع کو ٹریٹ کیا جا رہا ہے۔ جناب والا! چھوڑیں اسکو اگلے سوال پر آ جائیں۔

وزیر خزانہ: میری بات آپ بھی سنیں۔ جن ڈویلپمنٹ کی انہوں نے بات کی ہے اس میں پندرہ سوئی اسکیمات approved ہوئیں۔ اور جناب اسپیکر! it is on the record کہ یہ نومبر کا مہینہ ہے اور اس میں ہزار سے اوپر ٹینڈر ہو چکے ہیں۔ پچھلے پندرہ سال کی حکومتوں کو آپ دیکھیں۔ تین حکومتوں کو دیکھیں اس میں اتنے ٹینڈر نہیں ہوئے ہیں اور جتنی یوٹیلٹیزیشن اس دفعہ ہوا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: اگلے سوال پر آ جائیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: بلیڈی صاحب! یہ سوال کا جواب دیں۔
وزیر خزانہ: جناب اسپیکر! میری اپوزیشن والوں سے گزارش ہے کہ وہ دل گردہ رکھ کر جب حکومت اچھا کام کرتی ہے اس کو appreciate کریں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جناب ثناء بلوچ صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 211 دریافت فرمائیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: Question No-211

☆ 211 جناب ثناء اللہ بلوچ، رکن اسمبلی:

کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم مطلع فرماہیں گے کہ،

اپریل 2006ء تا حال Incentive Package Policy کے تحت دیگر صوبوں سے بلوچستان میں تعینات کردہ افسران کے نام مع ولدیت، عہدہ، گریڈ، صوبہ اور لوکل / ڈومیسائل کی تفصیل دی جائے نیز افسران کو ادا کی جانے والی رقم اور دیگر مراعات کی تفصیل بھی دی جائے۔

وزیر خزانہ:

محکمہ خزانہ کے لوکل فنڈ آڈٹ ڈیپارٹمنٹ میں اپریل 2006ء تا حال Incentive Package Policy کے تحت دیگر صوبوں سے بلوچستان میں تعینات کردہ کسی بھی افسر کی تعیناتی عمل میں نہیں لائی گئی۔ جناب اسپیکر! basically یہ سوال خزانہ پر نہیں آتی۔ یہ ہے ایس اینڈ جی اے ڈی کی۔ ہماری جو پولیس سروس اور پاکستان ایڈمنسٹریٹو سروس کے جو افسران ہیں، وہ یہاں آتے ہیں۔ تو ان کو ایک پرانے زمانے سے ایک special incentive دیا جاتا رہا ہے ان کی تنخواہیں بھی زیادہ تھیں اور ان کو شاید ٹکٹ وغیرہ بھی ملتے تھے۔ چونکہ میرے محکمے سے انکا تعلق نہیں ہے ثناء بلوچ صاحب نے مجھ پر وہ کرتے ہیں وہ اگلی دفعہ یہ سوال لے آئیں ایس اینڈ جی اے ڈی پر، پھر اس کو proper جواب دیا جائیگا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی ثناء بلوچ صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر! جناب اس میں اگر سوال کو دیکھا جائے۔ اس میں ایک بات ہماری نوٹس میں جب پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کی ایک میٹنگ ہو رہی تھی تو یہ ہمارے نوٹس میں آیا کہ 2006ء کے بعد یہ ایک بالخصوص ایک آرڈر جو نکالا گیا تھا یہ اپریل 2006ء میں۔ یہ:

Incentive package policy for the officers posted against APUG post under Government of Balochistan.

اس پر پچاس فیصد ان کو running pay allowance تھا۔ ایئر ٹکٹ اور بھی benefits تھے۔ تو ہم نے یہ کہا کہ بلوچستان میں یہ جو discrimination ہے، یہ تفریق یا تفاوت جس کو کہتے ہیں اردو میں، یہ کیوں ہیں؟ بلوچستان کے ملازمین وہ کیا تیسرے درجے کے شہری ہیں کہ اگر ایک ہی ڈسٹرکٹ میں دو اسٹنٹ کمشنر کی پوسٹ ہوں ایک کو کوئی ایک لاکھ، ڈیڑھ لاکھ روپے تنخواہ مل رہی ہے دو لاکھ اُس کو زیادہ مل رہی ہے اور دوسرا اسٹنٹ کمشنر بیٹھا ہوا ہے اس کی تنخواہ پچاس ہزار ہے۔ یعنی بڑی simple یہ ہے کہ آپ نے آفیسران کا ابھی ایک طبقہ بنا لیا ہے ایک اشرافیا ایک، elite اور ایک وہ ہے جو بلوچستان کے آفیسران ہیں۔ تو یہ پیکیج وہ کہتے ہیں، اس لئے میں نے سوال کیا اس میں ظہور صاحب اگر دیکھیں گے کہ آفیسران کو ادا کی جانے والی رقم اور دیگر مراعات کی تفصیل ہمیں بتائی جائیں۔۔۔ (مدخلت۔) ایک منٹ مجھے بات ختم کرنے دیں جناب۔ میں مائیک پر بول رہا ہوں۔ میں پوچھ رہا ہوں آپ بیٹھیں۔ تو یہ incentive package سال 2006ء میں دیا گیا ہے۔ جواب میں کہا گیا ہے کہ جی دیا نہیں گیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے ہم نے یہ مشورہ دیا تھا کہ بلوچستان میں کوئی بھی آکر serve کرنا چاہتا ہے۔ رابرٹ سنڈمین آیا یہاں جناب والا! ایسے حالات میں وہ ملیریا کی وجہ سے مر گیا اور وہ لسبیلہ میں دفن ہے۔ انگریز بھی اپنے آفیسران کو جنہوں نے بلوچستان بنایا۔ یہ بلوچستان کی ساری ریلوے لائن اور یہ سڑکیں انہوں نے بنائیں۔ وہ اپنے آفیسران کو یہاں جب بلوچستان بھیجتے تھے incentive نہیں دیتے تھے وہ کوئی اسپیشل پیکیج نہیں دیتے تھے۔ وہ کوئی ان کے بچوں کیلئے اسپیشل مفت کی ٹکٹیں نہیں دیتے تھے۔ تو کیا یہ incentives package ختم کر کے جو بلوچستان اور باہر کے آفیسران میں آپ نے تفریق قائم کی ہے اس کو آپ ختم کرینگے یا نہیں؟ شکریہ۔

وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: جناب اسپیکر صاحب! یہ ثناء بلوچ صاحب کا بڑا اچھا سوال ہے۔ آج سے پانچ سال پہلے، میں جواب دے رہا ہوں۔ میں اس پر on board تھا۔ میں اس پر on-board ہوں میں آپ کو بتاتا ہوں۔ اُس وقت ہم پابند سلاسل بھی تھے اور اپوزیشن میں بھی تھے۔ جناب اسپیکر صاحب! یہ سوال basically میں نے اُس وقت قوم پرستوں کی جو حکومت تھی پانچ سال پہلے۔ اُس پر میں نے احتجاج بھی کیا۔ ہماری اپوزیشن (جمعیت) میری اُس وقت پارٹی تھی۔ تفصیلاً بتا رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اتنی بھی تفصیل سے نہیں بتائیں کہ آگے کارروائی ہم لوگوں کی رک جائے، تھوڑی مختصر کر لیں۔ وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: جی جناب۔ تو اس میں میں نے اُس وقت بھی احتجاج بھی کیا۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب سردار صاحب کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

وزیر خوراک و بہبود آبادی: نہیں! ابھی سنیں ناں جناب اسپیکر صاحب! ابھی مجھے سینس بات یہ ہے کہ ہم نے

اٹھایا ایک افسر جس کو ساٹھ لاکھ روپے ادائیگی کی گئی ایک آفیسر جس کو تیس لاکھ روپے payment کیے گئے، میرے پاس وہ ریکارڈ موجود ہے اچھا وہاں سے آتے ہیں کہ جی hard-area جا رہے ہیں جیسے فوج میں ہو، تو اپنی زندگی قربان کرنے کے لئے بارڈر پر چلے جاتے ہیں، اُن کا تو حق ہے۔ یہ ایک 2006ء میں جناب انہوں نے کر دیا جو بھی imported آئیگا، وہ ایک گریڈ بڑھ جائیگا اٹھارہ گریڈ والا آئیگا تو اُنیس serve کرے گا اُنیس والا آئیگا تو بیس شمار ہوگا اور اس کی فیملی کو ائیئر ٹکٹ، ہلٹ پروف گاڑیاں جھولے یہ ساری چیزیں اس پر ہم نے احتجاج کیا آج کر ڈیٹ وہ لینا چاہ رہے ہیں ہم نے کینے، میں نے کیا میری اُس وقت کی جماعت (جے یو آئی) نے کیا کہ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ اس پر یہ قوم پرست پانچ سال حکومت یہاں کر کے چلے گئے ان کی کان پر جوں تک نہیں رہیگی۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ میرے اس وطن کے جیالوں نے، میرے اس وطن کے باسیوں نے، میرے پیارے پیارے لوگوں نے اپنی جان کی نذرانے پیش کیئے، اُن کو تو کوئی کر ڈیٹ نہیں ملا اور آج بھی، میں نے اُس دن بھی کہا کہ کچھلی چیزیں دوہرائی جا رہی ہیں یہ آج بھی وہی مراعات لے رہے ہیں اور ہم اس چیز پر ابھی serious ہیں کہ سنجنبل جیسے لوگ، قاضی جیسے لوگ، پولیس کی بات کرتا ہوں، یہ اچکنئی صاحب کتنے ہمارے آفیسران شہید ہوئے؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ کھیتراں صاحب۔

وزیر خوراک و بہبود آبادی: یہ بھی کوئٹہ میں ہیں، مزے اٹھا رہے ہیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: سردار صاحب! یہ ابھی تک ہیں ختم کب کر رہے ہیں؟

وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: ختم کر رہے ہیں انشاء اللہ بہت جلدی۔ آپ تھوڑا تو صبر کریں۔ یہ چیزیں ہم کرینگے۔ اور آپ اس میں پھنسے ہوئے ہیں کہ جی 2009ء میں سات ارب کیسے ہو گیا۔ بھائی دیکھیں! میری عرض سنیں۔ نہیں میں بہت پیچھے نہیں جا رہا ہوں۔ مرکز میں جناب اسپیکر صاحب! نواز شریف کی حکومت میں۔۔۔ (مداخلت۔ شور) ایک منٹ نصر اللہ! ادھر بھی قوم پرست بیٹھا ہے اور ادھر بھی، نواز شریف بیچ میں بیٹھا ہے۔ پانچ سال حکومت کی کون سے حقوق لائے یہ؟ کیوں بھائی! آپ کون ہوتے ہیں مجھے بٹھانے والے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مطمئن ہو گئے سردار صاحب۔

وزیر خوراک و بہبود آبادی: کون سے حقوق کی بات کی؟ یہ دیکھیں ناں جی! یہ کچھلی اعداد و شمار دیکھیں، 2013ء

سے 2018ء تک۔ تین ہزار چار ہزار یہ کیا اچھا؟۔۔ (مداخلت۔ شور)

جناب ڈپٹی اسپیکر: مطمئن ہیں سردار صاحب۔

وزیر خوراک و بہبود آبادی: بھئی اُس وقت تو آپ بہت کچھ مانگتے، آپ نے گورنریاں مانگ لیں۔ آپ نے

کیسکو کے پورے بورڈ مانگ لیئے۔ آپ نے جو تین تین سوڈیم ایک تحصیل کے لئے مانگ لیئے۔ بلوچستان کی حقوق کی بات کرتے؟ اُس وقت آپ لوگ بھول جاتے ہیں۔۔۔ (مداخلت) نہیں نہیں، کسی طرف نہیں گیا ہوں۔ میں بلوچستان کی حقوق کی بات کر رہا ہوں۔۔۔ (مداخلت) نہیں نہیں سنیں کیوں بس ہے۔ آج آپ ہماری اس حکومت کو ایک سال ایک دو مہینے ہوئے ہیں آپ کہتے ہیں کہ جی یہ بھی کھایا، وہ بھی کھایا۔ آپ صبر کریں، ہم وہ کر کے دکھائیں گے کہ آئندہ نسلیں یاد کریں گے۔ اس حقوق کے لئے، اس صوبے کے مفاد کے لئے، یہ مخلوط حکومت انشاء اللہ 2023ء تک وہ کر کے جائیگی جیسے پچھلی دفعہ جھاڑ و لگ گیا، انشاء اللہ ڈبل جھاڑ و لگ جائیگا جو اس حقوق کی بات کرتے ہیں۔ تو آپ بے فکر رہیں۔ ہم کوئی سودا ایسا نہیں کریں گے جس طرح میں نے پہلے بھی کہا کہ جناح روڈ پر ہم کو شرمندگی نہ ہو۔ ہم کسی کے آگے آنکھیں اونچی نہ کر سکیں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ایک ریفرنس داخل ہو گیا جناب اسپیکر صاحب! کونٹہ کی پراپرٹی نیب میں۔ یہ چیزیں ہوئی ہیں جناب۔ یہ قوم پرستوں کی حکومت میں یہ ہوئی، ہمیں پابند سلاسل کیا گیا۔ ہم نے حقوق کی ادھر بیٹھ کر بات کی۔ ہمیں پانچ سال جیل میں رکھا۔ وکیلوں سے کیسز بنا دیئے۔ ان کے سینئر کونسلوں میں ٹھونس دیا گیا۔ آج یہ بلوچستان کی حقوق کی بات کرتے ہیں۔ اُس وقت کہاں تھے یہ لوگ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ سردار صاحب! آپ کے جواب سے مطمئن ہیں ابھی آتے ہیں کارروائی کی طرف۔
وزیر خوراک و بہبود آبادی: میرے بھائی! آپ بے فکر ہو جائیں یہ انشاء اللہ ہم ہر حقوق بلوچستان کی عوام تک

پہنچائیں گے اور پہنچا رہے ہیں۔ Thank you very much

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ جی توجہ دلاؤ نوٹس۔ جناب ثناء بلوچ صاحب! آپ اپنا توجہ دلاؤ نوٹس سے متعلق سوال دریافت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! دو منٹ کے لئے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! ایسا ہے کہ یہاں ایک مسئلہ point of order پر اٹھایا تھا ہزار گنچی سبزی فروٹ منڈی میں وہاں ماشہ خوروں کی جو صورتحال تھی، وہاں گزشتہ ڈیڑھ سال احتجاجی کمپ لگا ہوا ہے۔ پھر فلور پر کمیٹی بنائی گئی تھی وزیر زراعت، اُس کی سربراہی میں۔ اس میں اصغر اچکزئی صاحب اور ملک نصیر صاحب بھی تھے۔ کہ اُن ماشہ خوروں کا جو مسئلہ ہے اُن کو بلا کر کران کو حل کیا جائیگا۔ لیکن ڈیڑھ سال گزرنے کے باوجود ماشہ خوروں کا مسئلہ حل نہیں ہوا۔ آج وہاں پولیس گئی، مجسٹریٹ گیا اُن کے خلاف ایکشن لینے کے لئے۔ حالانکہ اس وقت

منسٹر صاحب نے کہا کہ جب تک مسئلہ حل نہیں ہوگا ماشہ خوروں کے خلاف، احتجاج کرنے والوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوگی۔ میں منسٹر صاحب گزارش کرونگا کہ وہ اس حوالے سے کل کوئی میٹنگ بلا لیں اور پولیس والے جو کارروائی کر رہے ہیں، آج وہ غریبوں کے خلاف اُس حوالے سے آپ پولیس کو بتادیں کہ کارروائی روک دیں جب تک کمیٹی فیصلہ نہ کرے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی منسٹر صاحب۔

انجینئر زمر خان اچکزئی (وزیر زراعت و کوآپریٹوز): جناب اسپیکر صاحب! بات صحیح کہہ رہے ہیں۔ وہاں میں دو تین دفعہ گیا تھا جو سبزی منڈی ہے اس کا میں نے دورہ بھی کیا تھا اور میرے ساتھ ماشہ خور تھے وہاں وہ جو کمیشن ایجنٹس ہیں یا جو بھی کھوٹی کے مالکان تھے ان سب سے ہماری تفصیلی میٹنگ بھی ہوئی۔ وہاں پچھلے ادوار میں کچھ ایسے مسائل پیدا کیے گئے ہیں جو بہت پیچیدہ قسم کے ہیں۔ مقصد ابھی میں تفصیل میں زیادہ نہیں جاؤنگا۔ مقصد کمیشن ایجنٹس جو ہیں وہ کسی اور جگہ کے اوپر بیٹھے ہوئے ہیں اور کھوٹی والے نے کہیں اور قبضہ کیا ہوا ہے۔ ماشہ خور کسی اور کے جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو میں جب وہاں گیا میں نے ان سے ایک بہت بڑی تعداد میں وہ لوگ اکٹھے بھی ہوئے تھے وہاں ایک جلسے کی صورت میں۔ وہاں تقریر بھی ہوئی، باتیں بھی ہوئیں تفصیلی۔ تو کیونکہ وہ already جو سبزی منڈی ہے وہ ان کا ایریا بہت کم ہے۔ تو انہوں نے ایک تجویز بھی دی کہ یہاں side پر ایک زمین بھی available ہے جو 30 ایکڑ ہے۔ پہلے بھی ایک summary move ہوئی تھی تو اس دوران میں نے گورنمنٹ کو بھی کہا تھا جس طرح نصر اللہ صاحب نے کہا کہ آپ ان کے خلاف کارروائی نہ کریں جب تک ہم اس کو final نہیں کرتے۔ تو مجھے آج کی situation کا بالکل پتہ نہیں ہے کہ میں کہوں کہ میں خود ابھی اسلام آباد سے سیدھا ادھر آیا اجلاس میں۔ اگر کوئی ایسی بات ہے تو انشاء اللہ اس کی تفصیل کل صبح لے لیں گے اگر کوئی ایسا ناجائز ہوا تھا یا کچھ ایسی بات ہوئی تھی تو وہ تو ابھی کوئی تفصیل ہمارے سامنے نہیں آئی کہ کس کی غلطی ہے ماشہ خوروں کی ہے یا کوئی کمیشن ایجنٹوں کی ہے یا پولیس والوں نے کس بنیاد پر کارروائی کی وہ تو پھر کمشنر اور ڈپٹی کمشنر سے پوچھا جائیگا لیکن میری خود یہی تجویز ہے کہ کمیٹی بلائیں گے اور انشاء اللہ سمری میں نے چیف منسٹر تک پہنچائی ہوئی ہے ہمیں امید ہے کہ ہم اس کو جو ماشہ خور ہیں ان کی اپنی جگہ جو ان کی اپنی حیثیت ہے اُس کو وہیں پر بحال کریں گے اور جو کمیشن ایجنٹس ہیں ان کو اپنی جگہ پر۔ تو انشاء اللہ کوشش جاری ہے کل اس پر میٹنگ بھی بلائیں گے۔

(خاموشی۔ اذان عشاء)

جناب ڈپٹی اسپیکر: جزاک اللہ۔ جی ثناء بلوچ صاحب! توجہ دلاؤ نوٹس سے متعلق سوال دریافت فرمائیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر! کیا وزیر معدنیات ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے ریکوڈک کیس کے بارے میں عالمی سطح پر اقدامات اٹھائے ہیں؟

(ب) اگر جزی الف کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت نے اگست 2019ء کے بعد ریکوڈک کیس کے بارے میں جتنے بھی اقدامات اٹھائے ان کی مکمل تفصیل ایوان کو فراہم کئے جائیں شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکریہ۔ جی حکومتی اراکین میں سے کوئی اس پر مؤقف دیں گے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: وزیر معدنیات نہیں ہے کیا؟

وزیر محکمہ خزانہ: defer کریں وزیر معدنیات صاحب آئیں گے یا سردار صاحب جواب دیں گے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: بس جواب دے دیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: چونکہ وزیر صاحب نہیں ہیں۔ اگر آپ جواب دے سکتے ہیں بلیدی صاحب؟

وزیر محکمہ خزانہ: جناب اسپیکر! جو ریکوڈک کا issue ہے تو وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ پاکستان اور

بلوچستان کو penalty پڑی ہے۔ تو بلوچستان عرصہ دراز سے جب سپریم کورٹ نے معاہدہ منسوخ کیا تھا تو جو کمپنی

ہے تھینڈان وہ ICL میں چلی گئی تھی۔ وہاں بلوچستان گورنمنٹ نے کیس کی پیروی کی اور پھر کیس جو ہے بد قسمتی سے

ہار گئی، کوئی 6 ارب کے لگ بھگ ڈالر کی penalty پڑی۔ اس کے بعد جو وکلاء آئے، اس میں میری اور وزیر اعلیٰ

صاحب دونوں کی بھی میٹنگ ہوئی ہیں انکے ساتھ۔ جو ہمیں انہوں نے بتایا ہے جو ہمارے وکلاء تھے انہوں نے یہ کہا ہے

کہ جی اب بلوچستان کے پاس 3 سال ہیں کہ وہ revision میں چلا جائے اور اس کے ساتھ ان کے پاس کچھ مہینے

ہیں جو اس کے لیے annulment میں چلا جائے تاکہ آپ اس کیس کو satisfy کریں۔ لیکن اس کے لیے

ضروری ہے کہ آپ صرف پندرہ فیصد یا 20% of that total amount بیس فیصد total

amount آپ deposit کریں جو ایک بلین ڈالر کے قریب جو بنتی ہیں۔ چونکہ گورنمنٹ آف بلوچستان کے

پاس one billion dollars ہیں نہیں۔ تو انہوں نے کہا ہے کہ جی ہم revision میں جائیں گے۔ اس کے

علاوہ جب ان case of آپ جو ہیں اگر penalty ادا نہیں کر سکتے ہیں تو وہ جہاں جہاں بھی گورنمنٹ آف

پاکستان کی assets ہیں۔ کی شکل میں ہے اور بھی assets ہیں تو وہاں وہ company جا کر وہ کیس داخل

کرے گی اور کوشش کرے گی کہ وہ assets جو ہیں اس کے نام کیے جائیں۔ تو US میں شاید انہوں نے کیا ہے۔

تو حکومت بلوچستان US میں جا کر وہ انہی کیس کو بیٹ کر رہی ہے اور اس میں میں جو محرک ہیں سوال کی ان کو

میں assure کراتا ہوں گورنمنٹ آف بلوچستان بھر پور انداز میں، بھر پور طریقے سے گورنمنٹ case

لڑے گی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ جی ثناء بلوچ صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: دیکھیں اس میں تو یہ امید کر رہا تھا کہ میں نے یہ سوال جو توجہ دلاؤ نوٹس جمع کی ہے اس کے بدلے میں بہت ہی تفصیل کے ساتھ ہمیں جواب ملے گی کہ ICSIDK کے یعنی international centre for settlement of investment disputes کا جو فیصلہ آیا اس کا جولائی اور اگست میں اس کے بعد حکومت نے کیا اقدامات اٹھائے ہیں اس کی تفصیل بتائی جائے۔ مثلاً آپ حکومت بلوچستان کے اس وقت نمائندے ہیں آپ نے کہیں travel کیا ہے اس کی تفصیل ہوگی۔ آپ کی دودن کی میٹنگ ہوگی کس سے ہوگی۔ ان لوگوں کی تفصیل ہونی چاہیے کہ کسی کمپنی سے ہوئی ہے یا کہ باہر کی وکلاء سے ہوئی ہے، وفاقی حکومت سے ہوئی ہے آپ نے حکومت بلوچستان کی کابینٹ میں کوئی اس پر میٹنگ کی ہے بلوچستان کے سارے لوگوں کو۔ مثلاً ہمارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کسی بھی حکومت کی seriousness کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ جب اس پر اتنی بڑی آفت گر پڑتی ہے تو وہ اپنے کتنے قابل لائق، فہم لوگوں کو اور اداروں کو جو ہیں on-board لیتا ہے اور ان کے ساتھ ایک حکمت عملی ترتیب دیتا ہے۔ میرا ہی 5 اگست کو I think 5 ستمبر، اگست کو جو میرا resolution تھا ریکوڈک پر وہ اس دن پیش ہوا اس پر یہی ہمارے ساتھ بات کی گئی کہ اس کے سلسلے میں جو بھی تفصیلات ہوں گیں وہ وقتاً فوقتاً اس ایوان کو بھی فراہم کی جائیں گی اور اراکین کو بھی چاہے وہ اپوزیشن سے ہو۔ ظہور صاحب دو، تین چیزیں miss کر گئے۔ میرا بھائی ہے ابھی پھر کہیں گے کہ ہم یہ تقریریں شوٹل میڈیا کے لیے کرتے ہیں۔ ہمارا دل جلتا ہے۔ بلوچستان دنیا کے امیر ترین خطوں میں سے ایک ہے۔ میں آپ کو دو تین چیزیں جو ہیں وہ آپ کے سامنے پیش کروں گا نمبر 1 یہ ہے کہ یہ business recorder کا یہ editorial ہے اور یہ بیان ہے۔ آپ کو یاد ہوگا تقریباً 22 اکتوبر کو وزیراعظم عمران خان صاحب حب میں آئے انہوں نے افتتاح کی اور اس دوران کہا کہہ جو کمپنی ہے اس کے ساتھ مذاکرات چل رہے ہیں تقریباً اسی کو واپس TCC جو ہے اس کو دوبارہ ریکوڈک کو دیدیں گے۔ لیکن یہ کیسے ہو؟ یہ ابھی ظہور صاحب نے تھوڑی دیر پہلے میرے ہی پی پی ایل والے سوال میں constitution کے Article-172 part-3 کا subsection-3 کا حوالہ دیا یہ سارے اس کے sections ہیں یہ سب relate کرتے ہیں قدرتی وسائل کی صوبے پر حق حاکمیت اور حق ملکیت سے متعلق۔ اور یہ دوبارہ یہ constitutional amendment بھی کیسے آیا وہ 18th amendment 2010 میں وہ 2004 اور 2005ء کے بعد جو بلوچستان میں تحریک چلی یہ اس تحریک کی مرعون منت تھی کہ اتنے بڑے آئین کو دس

سال کے بعد تبدیلی نصیب ہوئی۔ تو ظہور صاحب! میں اس ایوان کے توسط سے آپ کو کچھ معلومات دینا چاہوں گا آپ نے کہا کہ۔۔ (مداخلت)۔۔ میں آ رہا ہوں جناب۔

وزیر محکمہ خزانہ: جناب اسپیکر یہ مجھے معلومات نہ دیں اگر کوئی سپلیمنٹری سوال ہے وہ کریں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: سپلیمنٹری سوال یہی ہے۔ میری ٹھیک ہے۔

وزیر محکمہ خزانہ: ناب اسپیکر address لا کر ان کو دے دوں گا اگر یہ چاہتا ہے تو میں اگلی دفعہ وکیل

ک address بھی لاؤں گا اور ٹکٹ، جو ٹکٹیں ہوئی ہیں وہ بھی لا کر دے دوں گا۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: بالکل بالکل۔

وزیر محکمہ خزانہ: اس کے علاوہ ساری تفصیلات ان کو دوں گا۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: بالکل آپ نے جو اخراجات کیئے ہیں جو میٹنگز کی ہیں ان کا نتیجہ کیا نکلا ہے؟

وزیر محکمہ خزانہ: جناب اسپیکر! یہ توجہ دلاؤ نوٹس ہے رولز آف بزنس کے تحت اس کو چلنا چاہیے۔ اگر توجہ دلاؤ

نوٹس کے متعلق ہم سے سوال کیا ہے تو ہم اسی کے مطابق جواب دیئے ہیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب اسپیکر! توجہ دلاؤ نوٹس ہوتا یہی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: توجہ دلاؤ نوٹس میں ایسے سوال جواب نہیں ہوتے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: سر! سوال میں نہیں کر رہا ہوں توجہ دلاؤ نوٹس آپ پیش کرتے ہیں۔ جب آپ کو جواب

تسلی بخش نہیں ملتا ہے۔ میں ابھی آ رہا ہوں جناب اسپیکر صاحب۔

وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: جناب اسپیکر! انہوں نے مانگا ہے کہ ڈونرو کیل کا خرچہ سفر ٹکٹ ہم اسکی پوری

تفصیل دیدیں گے اس میں بجائے معلومات دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: آپ نے تو بتایا نہیں آپ نے تو کہا کہ کچھ ہوا یہی نہیں ہے ہماری۔ آپ بیٹھیں سردار

صاحب بیٹھیں یار۔ یہ آ لو اور پیاز کا کاروبار نہیں ہے۔ یہ بلوچستان کے قدرتی وسائل کا ہے آپ ہر بات پر اٹھ

نہیں سکتے بیٹھیں آپ۔

وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: آپ کون ہوتے ہو مجھے ایسے بٹھانے والے؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: جناب اسپیکر! آپ کے اختیارات ثناء بلوچ صاحب استعمال کر رہا ہے۔ آپ

کو مخاطب کرے میں تو آپ کو مخاطب کر رہا ہوں کہ توجہ دلاؤ نوٹس پر بات کر رہا ہوں وہ مجھے کہتا ہے کہ آپ بیٹھیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ثناء بلوچ صاحب! آپ تشریف رکھیں تاکہ ایک بار سب کو بٹھا سکوں۔ ظہور بلیدی صاحب آپ بیٹھیں کھیران صاحب آپ تشریف رکھیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب اسپیکر 14 اکتوبر 2019ء کو حفیظ شیخ اور پاکستان کے اٹھارنی جنرل آف پاکستان۔ وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: جناب اسپیکر! یہ مجھے کہہ رہا ہے اور آپ کے اختیارات استعمال کر رہا ہے مجھے کہتا ہے کہ بیٹھ جاؤ۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب اسپیکر! یہ چاہتا ہے کہ یہ معاملہ گڑبڑ ہو۔ اس پر راہ فرار ہونے نہیں دوں گا۔ وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: جناب اسپیکر! آپ نے مجھے فلور دی ہے یہ مجھے نہیں بٹھا سکتا آپ نے میرا اسپیکر on کیا ہوا ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: اس پر پریشر بھی نہیں اور ہم آپ کو direction بھی دیں گے۔ آپ کو ابھی تک direction کی ضرورت ہے۔ بھاشن کی بھی ضرورت ہے آپ لوگ بلوچستان کے معدنی وسائل۔۔۔ وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: جناب اسپیکر direct ادھر۔ ایسے کیسے ہمیں direction دے رہے

ہیں جناب معزز ممبر ہے۔ ہم بھی ممبر ہیں ممبر ممبر کو direction دے گا کہ آپ ایسے کرو ایسے نہیں کرو؟ جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب والا! 14 اکتوبر کو حفیظ شیخ صاحب اور اٹارنی جنرل آف پاکستان دورہ کرتے ہیں۔ جناب ڈپٹی اسپیکر: آرڈران دی ہاؤس آپ سب تشریف رکھیں آگے کارروائی کی طرف آتے ہیں۔ جناب اکبر مینگل صاحب آپ اپنا توجہ دلاؤ نوٹس سے متعلق سوال دریافت فرمائیں۔۔۔ (مدخلت۔ شور) جناب ڈپٹی اسپیکر: ثناء بلوچ صاحب! بات سنیں میں سب کو بٹھاتا ہوں۔

میر اسد اللہ بلوچ (وزیر محکمہ سماجی بہبود): جناب اسپیکر! point of order ایک اہم نقطہ ہے۔ سر! یہ اسمبلی جو 3 گھنٹے اس کا ٹائم ہے آپ کے روز آف بزنس ہیں، یہ سارے لوگ بیکار یہاں نہیں آئے ہیں۔ کسی کا patient ہے، کسی کا flight ہے، کسی کو کام ہے۔ اگر یہ روز آف بزنس کے تحت چلایا جائے تو بہتر ہے توجہ دلاؤ نوٹس کا کوئی ضمنی نہیں ہوتا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی ہاں نہیں ہوتا ہے بالکل۔

وزیر محکمہ سماجی بہبود: اس میں ضمنی سوال نہیں ہوتا ہے first۔ جناب اسپیکر صاحب! میں اپنے علم کی خاطر۔ سیکرٹری صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں میں آپ سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں یہ جو question hour ہوتا ہے اس میں ایک سوال، باقی تین اگر ضمنی ہوتے ہیں تو ٹھیک ہے اپنی جگہ پر اگر اس میں ایک ایک گھنٹہ تقریر بھی کی

جائے اگر اس طریقے سے ہر سوال پر ایک گھنٹے کی تقریر ہو تو دو سوالوں کے بعد پوری اسمبلی کا وقت یہ ہوگا دیکھیں تقریر کے لیے بازار میں ہمارے لیے اسٹیج بہت بڑی ہے۔ عوام کو سامنے کر کے لاکھوں کی تعداد میں ہم 4، 5 گھنٹے بات کریں یہاں جو ہم بیٹھے ہوئے ہیں جو بنیادی سوال ہے وہ کریں جو اب تھوڑی تفصیل کے ساتھ ہو وہ مطمئن رہے گا یہاں مقابلے کی کوئی بات نہیں ہے ثناء ایک سینئر بندہ ہے parliament میں رہ چکے ہیں ان چیزوں کو سمجھتے ہیں۔ میں یہی سمجھتا ہوں کہ یہ پورا نظام ہمارا ہے ابھی اس سے پہلے students آئے ہوئے تھے ہمیں دیکھنے کی خاطر۔ اگر اس طریقے سے ہم چیزوں کو چلائیں، آگے لے کر جائیں تو باہر جو دیکھنے والے ہیں ان کا impression یہاں سے غلط message جائے گا۔ میں ساتھیوں سے یہی ریکورڈ کرتا ہوں جو senior ہے وہ اپنی سینئرٹی کا رول ادا کر کے اور اس اسمبلی کو بہتر طریقے سے چلائیں بڑی مہربانی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ نے بالکل صحیح فرمایا اسد بلوچ صاحب۔ ثناء بلوچ صاحب میرے خیال سے، میں آپ کو بتاتا ہوں اس کے متعلق اگر آپ کو اور معلومات کی ضرورت ہے تو آپ آنے والے اجلاس میں fresh question دیدیں جو بھی ہوگا وہ لوگ آپ کو فراہم کر دیں گے۔ ثناء بلوچ صاحب تعاون کریں آپ کی مہربانی۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب دیکھیں! اس میں آپ اگر اسپیکر صاحب ہیں اس وقت آپ کہہ دیتے کہ بھائی سارے معاملات چھوڑیں یہ قومی معاملہ ہے اس پر ہم زیادہ بحث کر لیں گے۔ لیکن آپ میری جائز جو call attention notice میں نے اس میں ایک سوال دریافت کی اور یہ call attention notice میں ہے کہ یہ Member shall not ask more than one question میں تو اپنے سوال پر تھا کہ جب یہ وہاں سے اٹھ گئے سوال میرا یہ تھا۔

وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: جناب آج ثناء بلوچ صاحب کا گلہ خراب ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب میرا گلہ خراب ہے کل میں travel کر کے آیا ہوں۔ میری بات سنیں میرا سوال یہ تھا کہ آپ حقائق بلوچستان کے عوام کو بتائیں جب عمران خان صاحب نے 22 اکتوبر کو جب میں ایک بیان دیا۔ 14 اکتوبر کو اس سلسلے میں لندن میں میٹنگ ہوئی۔۔۔ (مداخلت) کیا یہ بات درست یا غلط ہے ظہور صاحب! کہ 14 اکتوبر کو لندن میں ریکورڈنگ کے حوالے سے میٹنگ ہوئی ہے حفیظ شیخ صاحب اور AGP جو ہمارے پاکستان کے انور مسعود صاحب ہو گئے یہ بات درست ہے یا غلط؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: بس اس کا جواب دیدیں آپ تشریف رکھیں۔

وزیر محکمہ خزانہ: جناب اسپیکر! دیکھیں حفیظ شیخ صاحب نے کبھی بھی ریکورڈنگ کے حوالے سے کوئی میٹنگ چیئر

نہیں کی ہے نہ کوئی حفیظ شیخ صاحب ریکوڈک کے حوالے سے کہیں پر گئے ہیں۔ جناب اسپیکر! ابھی جو گورنمنٹ آف بلوچستان اور چونکہ یہ گورنمنٹ آف پاکستان بھی فریق ہے۔ یہ بھی legal issues میں پس ہوئی ہیں۔ تو ہمارا سب سے بڑا جو مقصد ہے گورنمنٹ آف بلوچستان اور گورنمنٹ آف پاکستان کا کہ اس legal issues سے کیسے نکلیں۔ چونکہ جو معاہدہ ہو، غلط ہو، پھر اس کو mishandle کیا گیا کس نے کیا اور کیسے ہوا اب اس پر تو ہم نہیں جاتے۔ لیکن اب چونکہ سرمصیبت آن پڑی ہے اور ہمیں جرمانہ پڑ گئی ہے۔ ابھی ہماری گورنمنٹ کی بھرپور طریقے سے کوشش ہے کہ اس legal battle میں ہم کس طرح ان کو takeover کریں اور اس کو takeover کریں۔ تو اس حوالے سے میں نے ان کو پہلے بھی کہا تھا کہ جو ہمارا گورنمنٹ آف بلوچستان ہے ایک فرم ہائر کی American best ہے۔ اس کے ساتھ ہماری consultation meeting ہوئی تھی۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: آپ مہربانی کر کے اس کی تفصیلات ہمیں فراہم کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: جناب اسپیکر! دیکھیں ہم نے کوئی اس طرح کی کوئی چیز خوانخواستہ نہ ہم چھپا رہے ہیں نہ ہم چھپائیں گے نہ ہی ہمارا کوئی ارادہ ہے۔ میں پہلے محرک کے ایک سوال پر یہ جواب دیا تھا کہ دیکھیں ریکوڈک حکومت کی ملکیت نہیں ہے۔ ریکوڈک بلوچستان کے عوام کی ملکیت ہے۔ ریکوڈک پاکستان کی ملکیت ہے۔ اس پر نہ کوئی compromise ہم نے کیا ہے اور نہ ہی کوئی کریں گے۔ ہم نے یہاں بیٹھ کر باقی حکومتوں کو کوسنا رہا ہوں مناسب بات نہیں ہے اور نہ یہ اخلاقاً درست ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنا کام ریکوڈک کے حوالے سے درست کریں۔ اگر ثناء صاحب چاہتے ہیں کہ انکو، اپوزیشن کو ریکوڈک کے حوالے سے ان کیمر ابریٹنگ دیں وہ بھی ہم دینے کیلئے تیار ہیں۔ بلوچستان اسمبلی کی مانٹرنینڈ منٹری کمیٹی ہے۔ اس میں اگر وہ چاہتے ہیں کہ جی ہم وکیلوں کو بلائیں اور اس میں انکو بریفنگ دیں تو اس کیلئے بھی ہم تیار ہیں۔ اس طرح کی کوئی بات نہیں ہے کہ ہم کوئی چیز خوانخواستہ چھپانا چاہ رہے ہیں۔ اب جناب عمران خان صاحب ہمارے وزیر اعظم پاکستان ہے۔ پاکستان کی چیف ایگزیکٹو ہے۔ پاکستان میں جو بھی movment ہے انکو کوئی بیان دینے کا حق ہے۔ اور اس میں definitely جو گورنمنٹ آف بلوچستان اس میں اسی طرح on-board ہے۔ گورنمنٹ آف پاکستان بھی اسی طرح on-board ہے اور انکی مشاورت سے یہ legal return جو ہے آپ لڑ رہے ہیں۔ اس پر legally ab stakeup کر رہے ہیں۔ تو اس میں جو بھی development ہوگی۔ جو بھی ہماری اپوزیشن کو جواب چاہیے ریکوڈک کے حوالے سے۔ اگر وہ کمیٹی کے توسط سے پوچھیں۔ کمیٹی کے سامنے سب کو لے آئیں۔ ساری باتیں کریں گے دیگر issues پر بھی ہم discuss کر لیں گے۔ اگر انکو legal معاملات کی اگر cooperate

اور legal issues ہیں۔ انکو پتہ ہے اس پر بات کریں گے۔ اگر انکے ذہنوں میں کوئی سوالات ہیں، انکو ائریز ہیں اگر وہ سمجھتے ہیں کہ جی گورنمنٹ آف بلوچستان اس سے مزید بہتر جو legal battle اسکو take on کر سکتی ہے۔ انکی جو ہے input ہم لینے کیلئے تیار ہیں۔ تو پھر کہنے کا مقصد یہ ہے کہ خدا نخواستہ کوئی اس طرح کی چیز نہ ہم کیلئے اور نہ کرنے جا رہے ہیں۔ اگر آپ کو چاہیے تو آپ رولنگ دیں یا ہماری جو منرل اینڈ مائننگ کمیٹی کا جو چیئرمین ہے شاید اپوزیشن سے ہے میرے خیال میں۔ میں انکو کہتا ہوں کہ کل، ہفتے بعد وہ مینٹنگ کال کریں اور ریکورڈنگ کے حوالے سے مائننگ اینڈ منرل ڈیپارٹمنٹ اور جو بھی ہیں ہم انکو سامنے رکھ دیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ بلیدی صاحب۔ جی۔

وزیر خزانہ: میرے خیال سے ڈیل، ایگریمنٹ نہیں ہو رہی ہے کہ میں اسکی تفصیل بتا دوں اگر وہ چاہتے ہیں کہ جو وکیل یہاں ہے۔۔۔ (مداخلت)

جناب ڈپٹی اسپیکر: بلیدی صاحب! آپ تشریف رکھیں میں اس سے متعلق بتاؤں گا ثناء بلوچ صاحب! آنے والے سیشن میں آپ اس سے متعلق سوال لائیں اس میں آپ کو جواب مل گیا آنے والے سیشن میں آپکو جو بھی چاہیے ہم رولنگ دیکران سے منگوا لیں گے۔

وزیر خزانہ: اگر ہم قانون دان نہیں ہیں۔ اگر ہمیں لاء کے بارے میں اتنا پتہ نہیں ہے لیکن ایک lay-man کو بھی پتہ ہوتا ہے کہ جب legal آپ اپنا کیس fight کر رہے ہیں تو agreement کہاں سے ہو سکتا ہے؟ تو جناب اسپیکر! ہمارا دوست انتہائی پڑھا لکھا آدمی ہے۔ انکو ہر فیلڈ میں دسترس، عبور حاصل ہے۔ وہ اس طرح بول رہے ہیں جیسے بچوں والی باتیں ہیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: ہماری بات چیت فائل ہو رہی ہے اور آپ کہتے ہیں کہ نہیں ہو رہی ہے۔ آپ کی بات پر بھروسہ کریں یا وزیر اعظم کی؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: چلیں اکبر مینگل صاحب! آپ اس سے متعلق اپنا سوال / توجہ دلاؤ نوٹس پیش کریں۔ بلیدی صاحب تشریف رکھیں۔ جی مینگل صاحب۔

میر محمد اکبر مینگل: کیا وزیر صحت ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے نیب تحقیقات کا سامنا کرنے والی تنظیم PPHI کو ہائی ویز پر قائم کرنے کا تین ارب اور ڈوب میں کروڑوں روپوں کا تعمیراتی منصوبہ حوالے کیا ہے؟

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت نے جو منصوبے PPHI کے حوالے کیئے ہیں انکی

کامل تفصیل فراہم کی جائے۔ نیز مذکورہ منصوبے حوالے کرنے کی وجوہات بھی بتلائی جائیں؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی وزیر صحت صاحب!

وزیر خزانہ: بعد میں تفصیلی جواب دے دیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

جناب صفدر حسین (سیکرٹری اسمبلی): میر عمر خان جمالی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: حاجی محمد خان طور اتما تخیل صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: سردار محمد صالح بھوتانی صاحب نے کونٹہ سے باہر جانے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: میر اختر حسین لاگو صاحب نے بیرون ملک جانے کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: میر یونس عزیز زہری صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: محترمہ مستورہ بی بی نے نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: رخصت کی درخواستیں ختم۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: غیر سرکاری کارروائی۔ حاجی محمد نواز رکن اسمبلی آپ اپنی قرارداد نمبر 27 پیش

کریں۔۔۔ (مداخلت)۔ آپ دو منٹ تشریف رکھیں اس قرارداد کے بعد پھر اس کو نمٹا دیتے ہیں۔ جی محمد نواز صاحب۔

حاجی محمد نواز: قرارداد نمبر 27۔ ہر گاہ کہ کوئٹہ چمن شاہراہ کا شمار صوبے کے اہم شاہراہوں میں ہوتا ہے۔ لیکن overloading اور سپیڈ کے قانون پر عملدرآمد کا نہ ہونا اور شاہراہ کی ناقص جیومیٹری کے باعث آئے روز حادثات رونما ہوتے ہیں۔ جن کے نتیجے میں اب تک سیکڑوں قیمتی جانیں ضائع اور ہزاروں افراد زخمی ہو چکے ہیں۔ جس کی تمام تر ذمہ داری نیشنل ہائی وے اتھارٹی پر اس لیے عائد ہوتی ہے کہ وہ overspeed اور overloading پر کنٹرول کرنے میں ناکام رہی ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ وہ کوئٹہ تا چمن قومی شاہراہ پر رونما ہونے والے حادثات کی روک تھام کیلئے ہائی وے پولیس کو قانون پر عملدرآمد کرانے کا پابند بنائے۔ نیز ہر تیس کلومیٹر پر ایمر جنسی ہیلتھ یونٹس کا قیام، کمیٹس، آئرن اور روڈ لائننگ کا کام شروع کرنے کے ساتھ ساتھ مذکورہ قومی شاہراہ کو دورویہ کرنے کو بھی یقینی بنائے تاکہ حادثات کی روک تھام کا مستقل حل ممکن ہو۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی اس کی admissibility کی وضاحت فرمائیں۔

حاجی محمد نواز: بات یہ ہے کہ جناب والا! کوئٹہ چمن شاہراہ چونکہ ایک بین الاقوامی شاہراہ ہے۔ اس پر ٹریفک کی اتنی اتناش ہوتی ہے کہ وہاں اتنے حادثات رونما ہوتے ہیں کہ آئے روز قیمتی جانیں ضائع بھی ہوتی ہیں۔ بروقت ان کو treatment نہ ملنے کی وجہ سے وہ ہسپتالوں تک پہنچ نہیں سکتے ہیں۔ راستے میں اگر کوئی اکاڈک ہسپتالیں ہیں جس میں وہ مرعاتیں نہیں ہیں کہ ہوسکی کی treatment کر سکیں۔ لہذا ٹریفک کا جو نظام ہے وہاں، روٹ پر جب آپ دیکھ لیں وہاں نیشنل ہائی وے کی جو اتھارٹیز ہیں انہوں نے جو کارندے لگائے ہوئے ہیں وہ صرف اور صرف اس بات پر لگے ہوئے ہیں کہ کسی گاڑی کو چالان کر کے اور اس کو چھوڑ دیں۔ اس روڈ کی جو حالت ہے اسکو کہیں بھی نظر نہیں آرہی سوائے اس کے کہ گاڑیوں کو چالان کر کے پرچی دیجائے۔ نہ روڈ کی ٹریفک کی پابندی ہو رہی ہے۔ بڑی گاڑیاں first line میں چل رہی ہیں اس پر نظر نہیں پڑتی۔ نہ اسکو یہ ہدایت دے سکتی ہے کہ آپ دوسری لائن میں چلیں۔ first line چھوڑ دیں۔ لہذا اس طرح کی کوئی ہدایات اس روڈ پر نہیں ہے اور نہ نگرانی ہے۔ اور ایکسپڈنٹ تو آئے روز کا معمول بن چکا ہے۔ آپ اس پر توجہ دیں اور وفاقی حکومت کو یہ بتائیں کہ چونکہ اس کی تو منظوری ہو چکی ہے۔ تو فوری طور پر کام شروع کر لیں تو میرے خیال میں لوگوں کی جانیں بھی بچ جائیں گے اور نقصانات سے لوگ بھی بچ سکیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ آیا قرارداد نمبر 27 منظور کی جائے؟ منظور ہوئی۔ جناب ثناء بلوچ صاحب قرارداد نمبر 59 پیش کریں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر! قرارداد نمبر 59۔ ہر گاہ کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ صوبے میں انصاف کی فوری اور ممکنہ فراہمی کو سہل بنانے کے حوالے سے مثبت اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود صوبے کے وسیع و عریض ڈویژن یعنی رخشان ڈویژن۔ جس میں خاران، واشک، چانگی اور نوشکی کے اضلاع شامل ہیں، میں تاحال ہائی کورٹ کے سرکٹ بیج کا قیام عمل میں نہیں لایا گیا۔ جس کی وجہ سے وہاں کی عوام کو انصاف کے حصول میں مشکلات کا سامنا ہے۔ اور ان میں احساس محرومی پائی جاتی ہیں۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ رخشان ڈویژن کے ہیڈ کوارٹر خاران میں سرکٹ بیج کے قیام کو یقینی بنائے تاکہ وہاں کی عوام میں پائی جانے والی احساس محرومی اور مایوسی کا ازالہ ممکن ہو سکے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ قرارداد نمبر 59 پیش ہوئی۔ آیا قرارداد نمبر 59 منظور کی جائے؟ منظور ہوئی۔

جناب ثناء بلوچ صاحب، اختر حسین لانگو ممبر اسمبلی میں سے کوئی ایک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 65 پیش کریں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر! قرارداد نمبر 65۔ ہر گاہ کہ صوبے کے دو اہم بڑے ڈویژنل جس میں رخشان اور نصیر آباد شامل ہیں جس میں تاحال میڈیکل کالجز کا قیام عمل نہیں لایا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہاں کے طلباء اور عوام میں مایوسی اور بے چینی پائی جاتی ہے لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ رخشان ڈویژن کے ہیڈ کوارٹر خاران اور نصیر آباد میں میڈیکل کالجز کے قیام کو یقینی بنائیں تاکہ نہ صرف وہاں کے طلباء اور عوام میں پائی جانے والی مایوسی اور احساس کمتری کا خاتمہ ممکن ہو۔ بلکہ اعلیٰ پائے کے ڈاکٹرز اور ماہرین کی تعداد میں اضافہ اور ڈاکٹروں کی کمی کو پورا کیا جانا ممکن ہو۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مشترکہ قرارداد نمبر 65 پیش ہوئی۔ اسکی admissibility کی وضاحت فرمائیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: منظور۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا مشترکہ قرارداد نمبر 65 منظور کی جائے؟ منظور ہوئی۔

جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب آپ اپنی قرارداد نمبر 70 پیش کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔ قرارداد نمبر 70۔ ہر گاہ کہ کلی سبیل سمنگلی کے زمینداروں کی جدی پشتی تین ہزار ایکڑ بلا پیودہ اراضیات پرائیورس کی جانب سے دیوار تعمیر کی گئی ہے۔ اب وہاں پولیس چوکی قائم کرنے کی کوشش بھی کی جا رہی ہے۔ جبکہ ملک کے قیام سے قبل یہ اراضی کا سی قبیلے کی ملکیت تھی۔

اور اس پر کاسی قبیلہ قابض تھا۔ جب رائل ایئر فورس یہاں مشقوں کا انعقاد کرتی تو کاسی قبیلہ اور نوحصار کے زمینداروں کو سالانہ وہاں کے حساب سے کرایہ بھی ادا کرتی جسے بعد میں بڑھایا بھی گیا۔ سال 1977ء میں ایئر فورس نے کلی سمنگلی کی زرعی اراضی کو ایکواٹر کے توڈکورہ گاؤں، کلی کی اراضی جو آبادی میں واقع تھی، کے بدلے بغیر کسی انتقال زبانی کلامی حکومت کو دی گئی جو 2019ء تک وہاں کے زمینداروں کے قبضے میں تھیں۔ اور وہاں ایک عید گاہ بھی تعمیر کی گئی جو اب غیر متعلقہ افراد کے نام الاٹ کی گئی ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ کلی سمنگلی میں کاسی قبیلے کی اراضی جو غیر متعلقہ افراد کے نام الاٹ کیے گئے ہیں، لہذا انکو کینسل اور اس پر تعمیر کردہ غیر قانونی پولیس چوکی ختم کرنے کو یقینی بنائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: قرارداد نمبر 70 پیش ہوئی، admissibility کی وضاحت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیری: جناب اسپیکر! یہ بہت بڑا اہم issue ہے ہمارے عوام کا۔ اس صوبے کے عوام کے ساتھ بالخصوص کوئٹہ کے جو مقامی قبائل ہیں۔ اُن کے ساتھ اُن کی بلا پیمودہ زمین، پیمودہ زمین اُن پر کسی نہ کسی طرح سے قبضہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جناب اسپیکر! آپ یقین کریں کہ جب یہاں انگریز کی حکومت تھی اُس میں انہوں نے بھی انصاف کے تقاضے پورے کئے۔ جب بھی کسی قبائل سے زمین لی جاتی تھی تو اُن کے ساتھ باقاعدہ agreement ہوتا تھا کہ یہ زمین ہمیں اس مد میں چاہیے۔ یہ زمین ہمیں ایئر فورس کیلئے چاہیے۔ یہ زمین ہمیں کنٹونمنٹ کیلئے چاہیے۔ وہ زمین کے بدلے وہاں کے عوام کو اُس کی قیمت ادا کرتے۔ لیکن آج بد قسمتی سے اس مملکت خداداد پاکستان میں آپ جو بھی زمین یہاں آپ دیکھ لیں کوئٹہ کے کاسی قبائل، کوئٹہ کے باڑی قبائل، کوئٹہ کے یاسین زئی بالخصوص ان قبائل کی زمین ہنہ اوڑک سے لیکر کے سرہ غڑگئی اور سرہ غڑگئی سے لیکر کے پھر آپ جا کر کے نوحصار اور پھر انگریز تک یہ یہاں ہزاروں ہزاروں ایکڑ زمین بلا کسی معاہدے کے انہوں نے قبضہ کر لیئے۔ جناب اسپیکر! جیسے overall یہ میں تمام قبائل کی بات کر رہا ہوں۔ اس قبائل نے اپنی یہاں ایک تنظیم بھی بنائی ہے۔ وہ اپنے تحفظ کیلئے اُس میں شاہوانی قبائل بھی شامل ہے۔ انہوں نے اپنے تحفظ کیلئے پوری ایک تنظیم بنائی ہے۔ اور وہ ہائی کورٹ بھی گئے۔ ہائی کورٹ نے directions بھی دی ہیں جو طریقہ کار وضع ہے۔ لیکن اُس کے باوجود یہ کلی سمنگلی کی میں بات کر رہا ہوں یہاں تین ہزار ایکڑ زمین ہے۔ جناب اسپیکر! ایک زمین جو یہاں کے قبائل کی زمین ہے وہ ایئر فورس نے قبضہ کی۔ اور سینٹ کی یہاں کمیٹی آئی دو سال پہلے۔ شاید ڈیڑھ سال پہلے۔ اس نے اپنی سفارشات میں یہ زمین کو اس قبائل کی ملکیت قرار دی ہے۔ اور ایئر فورس والوں کو کہا ہے کہ آپ ان کے ساتھ بیٹھ کر کے معاملات طے کریں اور ان کی جو بھی قیمت ہے، جو بھی معاہدہ ہے وہ ان کے ساتھ طے کریں۔ لیکن

جناب اسپیکر! اب ایک جانب کلی سبیل میں، کلی سمنگلی میں وہاں بغیر کسی اجازت نامے کے وہاں پولیس اسٹیشن قائم کی جا رہی ہے۔ جناب اسپیکر! کاسی قبائل کی زمین ہے۔ اُن کے اجازت کے بغیر باہر سے بندوں کو لا کر کے وہ زمین الاٹ کی گئی ہے۔ اب اس سے جھگڑے پیدا ہونگے۔ جناب اسپیکر صاحب! آپ ضلع موسیٰ خیل کے ہو۔ اگر موسیٰ خیل کی کوئی زمین، کوئی مائنز کوئی دوسرے وہ باہر کے بندے کو الاٹ کریں۔ آپ کی زمین یا کسی اور قبائل کی زمین کیا وہ برداشت کریں گے؟ کیا مجھے قلت میں یا ثوب میں میں یہاں سے جاؤنگا وہاں آپ مجھے زمین الاٹ کر دو۔ ہرگز قبول نہیں ہے۔ اس سے قبائل کے درمیان نفرتیں پیدا ہونگے، اس سے جھگڑے پیدا ہونگے۔ میں ریکولنٹ کرونگا یہاں ریونیونسٹر صاحب ہونگے۔ وزیر داخلہ صاحب ہونگے کہ خدارا آپ یہاں ویسے بھی عوام کے درمیان، قبائل کے درمیان بہت سارے جھگڑے پڑے ہوئے ہیں۔ اب آپ دوبارہ یہاں ایک جھگڑوں کی بنیاد رکھنا چاہتے ہو اُنکا کیا حق ہے باہر سے کوئی بندہ آ کر کے کلی سبیل کی زمین پر اُس کو الاٹمنٹ دی جائے ایر فورس والے یہ میں سمجھتا ہوں جناب اسپیکر! خدارا آپ اس قوم پر رحم کریں۔ آپ یہاں کے عوام پر رحم کریں۔ آپ غیر قانونی اقدامات سے حکومت کو روکیں کہ وہ قبائل کی وہاں کی جو کاسی قبائل ہے یا بازئی لیسین زئی درانی یا شاہوانی قبائل ہیں اُن کی زمین کو آپ کیوں بغیر قانون کے اُس کے آپ الاٹ منٹ دے دیتے ہو؟ حالانکہ اُن کی settlement بھی نہیں ہوئی ہے ہائی کورٹ نے کہا ہے کہ آپ کر دو، قبائل کو اپنی زمین دے دو اُس کا بندوبست ہو جائے پھر جا کر کے قبائل چاہے گیا قبائل سے زمین لے لیں قبائل کو قیمت ادا کریں اور زمین آپ لے لیں تو میں ہاؤس سے ریکولنٹ کرتا ہوں باقی ممبران بھی اس پر بولیں ملک صاحب اس بارے میں 1993ء میں ایک کمیٹی بنی تھی تو اُس میں ملک سکندر خان صاحب تھے اُنہوں نے بڑی تفصیل کے ساتھ وہ رپورٹ اُس وقت لکھی تھی ملک نصیر صاحب بھی اس حوالے سے جانتے ہیں thank you

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ نصر اللہ خان زیرے صاحب! اور ساتھی بھی اس پر بات کرنا چاہیں گے۔ جی۔

جناب اصغر خان اچکزئی: جناب اسپیکر! اس حوالے سے میں صرف دو منٹ اس قرارداد پر بات کروں گا۔ جس طرح نصر اللہ خان زیرے صاحب نے کوئٹہ کے حوالے سے جو مسئلے مسائل بیان کی ہے اور خاص کر زمین کی حوالے سے آج کل کے حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ یقیناً ایسی صورتحال سے ہم خود چمن میں دوچار ہیں۔ یعنی ایسے گاؤں جو پاک افغان بارڈر پر ہیں جس کا میں نام یہاں ذکر کرنا چاہوں گا کلی حاجی اکبر، کلی فیضو، کلی محمد حسن، اور کلی حاجی گل شاہ خان کے نام سے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اچکزئی صاحب! قرارداد کے متعلق مہربانی کر کے آپ بات کریں۔

جناب اصغر خان اچکزئی: اسی میں ریکورڈ میری یہ ہے کہ یہ اس میں add کیا جانا چاہیے۔ اس میں یہ ہے کہ وہاں لوگوں کو notices جاری کیئے گئے۔ ابھی یہ جو کئی فیضو ہے یہ 1935ء میں اسی زمین پر، اسی جگہ پر اسی گاؤں میں رہتے ہوئے حج پر گئے ہوئے تھے اور اُس وقت کا پاسپورٹ آج بھی اُن کے لواحقین کے پاس موجود ہے۔ تو ابھی اُن کو نوٹس جاری کئے جا رہے ہیں کہ آپ یہاں سے بے دخل ہو اور اُن کی زمینوں کو کچھ اس طرح ریکارڈ میں پیش کیا گیا ہے کہ اُس کا اعلیٰ مالک سینٹر گورنمنٹ ظاہر کیا گیا ہے اور تابع بزرگ ان لوگوں کو، ان tribes کو وہاں ظاہر کیا گیا ہے۔ تو اس لئے ہماری بھی یہی ریکورڈ ہے کہ کوئٹہ کے شاہوانی، پلیمین زئی، بازئی اور درانی قبائل ہوں۔ اسی طرح چمن میں اور پورے بلوچستان میں جس جس زمین کی بارڈر کے ساتھ یا شہروں کے ساتھ واقع زمینیں ہیں جس کی وہ ملکیت رکھتے ہیں جس کا ریونیوریکارڈ میں اُس کو یعنی 1963ء سے پہلے وہ مالک ہیں اور 1963ء کے بعد اسکو تابع بزرگ show کیا گیا ہے۔ تو لہذا اس ایوان کے توسط سے ہمیں مشترکہ مطالبہ کرنا چاہیے کہ ان لوگوں کو اُس وقت تک بے دخل نہ کیا جانا چاہیے۔ اگر گورنمنٹ کو کوئی اس طرح کوئی ضرورت ہے یا کوئی مشکل درپیش ہے کوئی خدانخواستہ کوئی جنگی حالات ہے تو ایسے میں بھی لوگوں کو اُس کے لئے اپنی جگہ متعین کی جاتی ہے اور اُس کو متبادل زمین دی جاتی ہے جس پر وہ مکانات تعمیر کر پائیں گے جہاں پر وہ رہ سکتے ہیں۔ اگر اُس کی چھت نہ ہو اُس کے لئے زمین نہ ہو، اُس کے بدلے میں نہ قیمت ہو نہ زمین ہو نہ چھت ہو تو پھر بتا دیا جائے کہ یہ لوگ رہنے کیلئے پھر کہاں جائیں گے؟ تو اسی طرح اسی قرارداد سے منسلک اسکو بھی شامل کیا جائے۔ ان لوگوں کو معاوضہ دیئے بغیر اُس زمین کی قیمت کے برابر قیمت ادا کئے بغیر اُس زمین کے برابر زمین دیئے بغیر اس طرح کی صورت حال پیدا نہ کی جائے کہ کل خدانخواستہ پورا بلوچستان احتجاج پر ہو۔ ہر جگہ سے مظاہرے ہوں اور ہر جگہ سے مشکلات ہوں۔ اور کوئٹہ کی انہی زمینوں کے مالکان کے ساتھ قبائل کے ملکیت کے ساتھ پورے بلوچستان میں بالخصوص چمن میں اس طرح کے صورتحال جو لوگوں کو درپیش ہیں اس کو مد نظر رکھ کر کے فی الفور نوٹس لینا چاہیے اور لوگوں کو خبردار کیا جانا چاہیے۔ جو بھی ادارے ہوں اس میں اُس کو خبردار کیا جانا چاہیے کہ جب تک اس کا کوئی متبادل بندوبست نہ ہو تو لوگوں کو بے دخل نہ کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی نصیر احمد شاہوانی صاحب۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: شکریہ جناب اسپیکر! جہاں تک اس قرارداد کا تعلق ہے جس طرح میرے دوست نے بیان کی کہ یہ تین ہزار ایکڑ نو حصار کے زمینداروں کا۔ میرے خیال میں یہ صرف کوئٹہ میں ایک چھوٹا سا ایریا ہے یہ نو حصار کے زمینداروں کا تعلق نہیں ہے جس طرح میرے دوست نے ذکر کیا کہ یہاں کے مقامی قبائل خاص کر کوئٹہ کے جو مقامی قبائل ہیں جن میں شاہوانی، کاسی، بازئی، پلیمین زئی اور سادات ہیں ہمارے۔ یہ سب ملکر ایک کمیٹی بنائی

ہے اس سلسلے میں جناب اسپیکر صاحب! وہ مسلسل اس زمینوں کیلئے بلا پیمودہ زمین ہے اُس کے لئے مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں۔ اور گزشتہ اجلاس میں جب آپ کی اس اسمبلی کے باہر جن لوگوں کا احتجاج تھا اُس میں یہ تمام قبیلوں کے ساتھ ساتھ نصیر آباد سے تعلق رکھنے والے عمرانی قبائل کے لوگ بھی اس میں شامل تھے۔ بلا پیمودہ زمینوں کی زمینیں ان کے اندر کچھ اسلئے اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ بلا پیمودہ زمینیں جو ہیں وہ state land نہیں ہوتی جناب اسپیکر!۔ بلا پیمودہ زمین وہ زمین ہے جو پیمائش کے بغیر ہو 45-1941ء کے بعد ہمارے کونٹے میں جناب اسپیکر صاحب! اُس کے بعد کوئی settlement نہیں ہوئی ہے اور تا حال یہ زمینیں ایسی پڑی ہیں۔ بعض اضلاع میں وقت اور حالات کے ساتھ جب settlement ہوتی ہیں یعنی وہ زمیندار جو اپنے سرہانے آباد کرتے تھے وہاں جنگلات لگاتے تھے یا بند باندھتے تھے تو آنے والے settlement انہی کے نام پر کی جاتی تھیں۔ لیکن بلوچستان کی ایک بہت بڑی سبب و عریض سر زمین ہے۔ اور بہت سی لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں ایکڑ سے بھی کہیں زیادہ پڑی ہوئی ہیں جو ابھی تک unsettled ہیں اور یہ معاملہ صرف اب کونٹے کے لئے نہیں۔ جس طرح اصغر خان صاحب نے کہا کہ چمن میں روز اس قسم کے واقعات ہوتے ہیں۔ تو ملک صاحب آج ہماری اس اسمبلی کے اپوزیشن لیڈر ہیں 1992ء میں بھی اس قسم کی بلا پیمودہ زمینوں کا جب مسئلہ آیا تو اس اسمبلی کے فورم پر ایک کمیٹی بنائی گئی جناب اسپیکر صاحب! ملک صاحب خود اس کمیٹی کے چیئرمین تھے اور نواب محمد اسلم خان ریسانی اُس زمانے میں اس کمیٹی کا ممبر تھا جو وزیر خزانہ بھی تھا۔ ان کا 17 صفحات کا ایک بہت بڑا فیصلہ ہے۔ جنہوں نے ان زمینداروں کی حق میں دی ہے کہ یہ بلا پیمودہ زمینیں جو ہیں وہ زمینداروں کی ہوتی ہیں، وہ state land کی نہیں ہیں۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ اگر سٹیٹ کو کہیں بھی کوئی زمین کی ضرورت ہے کسی سکول بنانے کیلئے، کہیں ہسپتال بنانے کیلئے، روڈ لے جانے کیلئے، کہیں سے انہوں نے کوئی گیس پائپ گزارنا ہوں۔ تو وہ زمیندار کے ساتھ بیٹھ کر اس مسئلے کو حل کریں۔ بجائے اسکے کہ پڑی ہوئی زمین پر جناب اسپیکر صاحب! چار دیواری کھینچ لیا جائے اور اس حوالے سے سپریم کورٹ کے بھی بہت سارے فیصلے ہیں جناب اسپیکر! جو زمینداروں کے حق میں ہوئے ہیں۔ میں آپ کی معلومات میں اضافہ کرتا چلون کہ جب دادو، خضدار روڈ گزر رہا تھا وہ پورا علاقہ تقریباً unsettled تھا۔ اور اُس وقت وہاں کے کمشنر نے تمام زمینداروں کو اُس زمین کے عوض پر انہوں نے payment بھی کئے ہیں، پیسے بھی دے دیئے۔ تو یہ state land والا جو concept ہے میرے خیال میں اور جو سپریم کورٹ کے جو فیصلے آپ لے لیں۔ اس لئے میری گزارش یہ ہے کہ 3 ہزار کے ساتھ ساتھ آپ کوٹے میں تمام اور اس کے علاوہ بلوچستان کے دیگر اضلاع میں بھی اگر اس قسم کی بلا پیمودہ زمینیں پڑی ہوئی ہیں تو وہ قبائل کی زمینیں ہیں اور وہاں settlement کیا جائے ان کے نام

کیے جائیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس قرارداد کے اندر یہ چیزوں کا اضافہ کر کے پھر اُس کو جیسے دوستوں نے کہا کہ سوراب میں بھی ہے۔ پورا بلوچستان جب ہو جائیگا تو اُس میں سب کچھ شامل ہیں۔ کونٹہ میں تمام قبائل اور کونٹہ کی تمام زمینیں۔ بہت مہربانی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ ملک صاحب۔ جی ملک سکندر صاحب!۔

ملک سکندر رائے و وکیٹ (قائد حزب اختلاف): بلا پیمودہ زمینوں سے متعلق جو قانونی صورتحال ہے یا زینی حقائق ہیں، بلوچستان میں اس سے قبل انگریز پہلی دفعہ 1878ء میں آیا اور زمینوں کی جو انکی ضرورت تھی انہوں نے وہ مطالبے کئے۔ اُس سے قبل قبائل کی زمینیں صدیوں سے یہاں ہیں اور ہر قبیلے کو اپنی زمین معلوم ہے۔ کوئی اُس کا سرکاری ریکارڈ نہیں تھا بلکہ وہ آپس میں جو تقسیم کرتے تھے اس علاقہ میں جھل یعنی شیلا، پہاڑ، بند، پہاڑی اس قسم کے اُن قوموں کے درمیان یہ تقسیم ہوتا تھا کہ اس پہاڑ کے اس حد تک میرا حصہ ہے اُس کے بعد اگلی قوم کا ہے۔ اور یہ آج کا نہیں ہے بلکہ صدیوں سے ہے۔ جب 1992ء میں یہ سلسلہ شروع ہوا کہ تمام بلا پیمودہ زمینیں کونٹہ کی particularly جو موضوعات تھے کونٹہ کے، ہنہ سرہ غرگئی نو حصار، کرانی، شادینزئی اور اُس کے بعد کچی بیگ ان زمینوں کو سرکار نے اپنے نام، چشمہ اچوزئی بھی ایک موضع تھا اُس کی زمین بھی انہوں نے اپنے نام، بلکہ چشمہ اچوزئی کی زمینیں تو allot کر بھی دی گئیں، لوگوں کے نام پر بھی آگئیں۔ اُس وقت پھر یہ فیصلہ ہوا کہ اس کو دیکھا جائے اس کی قانونی حیثیت اور لوگوں کے حقوق کے تحفظ کیلئے ایک ایسا formula جو حقائق پر مبنی ہو۔ تو اُس وقت ہمیں یہاں settlement جب شروع ہوئی 1878ء، تو اُس وقت تک جو زمینیں سرکار کے نام تھیں جدھر کی تھیں اُس پر تو کوئی وہ نہیں تھا جو زمین سرکار کے نام پر نہیں ہے، وہ اس سے پہلے بھی قبائل کی تھی آج بھی ہیں اور آئندہ بھی رہیں گی۔ تو ہم نے اُس وقت بھی یہ فیصلہ کیا کہ بلا پیمودہ زمین قبائل کے کیوں کہ قبائل صدیوں سے ہزار سال سے پانچ سو سال چھ سو سال سے اور انگریز کو آئے ایک سو سال جس میں اُس نے یہ شروع کیا settlement وہ 1878ء۔ تو اس حوالے سے وہ فیصلہ ہوا اور اب بھی حقیقت یہی ہے کہ جہاں کہیں بلوچستان میں بلا پیمودہ زمین ہے وہ اُن قبائل کی ہے اور ہمارے اُس 1992ء جب ہم یہ فیصلہ کر رہے تھے تو خضدار اور لسبیلہ میں کچھ settlement نہیں تھی اور ہمارے قلعہ سیف اللہ میں تقسیم کا ایک طریقہ کار ایک تو وہ پہاڑی نشانیاں تھیں دوسرا جناب اسپیکر! طریقہ کار یہ تھا کہ اُس وقت ریلوے کی لائن بچی ہوئی تھی تو وہ قبائل کی زمینیں اس میل سے اُس میل تک فلاں قوم کا ہے، اُس میل سے اس میل تک فلاں قوم کا ہے یہ آج تک اُسی پر وہ عملدرآمد ہو رہا ہے۔ تو وہی اُنکی زمینیں ہیں وہی قوم آباد ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ ملک صاحب۔

قائد حزب اختلاف: جو یہ زمین ہے کاسیوں کی یا کوئٹہ اور آس پاس میں دوسرے موضوعات ہیں جو زمینیں ہیں یہ قبائل کی ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ ملک صاحب۔

قائد حزب اختلاف: میری گزارش یہ ہوگی کہ اس قرارداد کے حق میں یہ بات آجائے۔ یہ جو ہمارا مکران کا علاقہ ہے اس کی settlement بھی اُسکے بعد ہوئی ہے۔ اور کبھی ایسے علاقے ہیں جن کا ابھی تک settlement ہوئی بھی نہیں ہے لیکن تو میں اُس پر آباد ہیں اور وہ اُنکی ملکیت ہے کوئی اُس میں interfere نہیں کرتا ہے۔ تو یہ جو اس وقت ادھر ہے یہ یقیناً! ان لوگوں کی زمینیں ہیں پہلے یہ اس area میں تھے PAF base جو ہے یہ بھی ان لوگوں کا تھا پھر جب یہ extend ہوا PAF تو پھر یہ زمینیں اُن سے لے لی گئیں جو باقی زمینیں کاسیوں کی تھی وہ اُن کے پاس تھی لیکن اب وہ اس میں interfere کر رہے ہیں تو اس قرارداد کی حمایت ہونی چاہیے۔ جناب اسپیکر! ایک اور میں گزارش کرونگا کہ ہمارے ادھر کو تو ال کے ساتھ جو ملٹری کی زمین ہے اُس زمین پر اسکیمز بنی ہیں تو اُس کے ساتھ انہوں نے وہاں کے مقامی لوگوں کو ایک undertaking بھی دی ایک خط بھی دیا کہ agreement بھی کیا کہ جی آپ کو 16 فٹ روڈ وہ ہم آپ کو آنے جانے کیلئے دیں گے۔ لیکن اب اُس روڈ کو بھی بند کیا جا رہا ہے اب وہ لوگ سارے قید ہو جائیں گے اُنکے آنے جانے کا کوئی راستہ نہیں ہوگا تو یہ بھی میری گزارش ہے چونکہ یہ بات چلی ہے یہ زمین اُس کو تو ال کے علاقے والوں کی تھی جب گورنمنٹ کی اس طرف تھی ملٹری کی زمین اس طرف تھی کینٹ کی زمین اب چونکہ انہوں نے 16 فٹ روڈ ہے جس پر انکی آمد و رفت ہے اُس کو بھی روکنے کی کوشش کر رہی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ ملک صاحب۔

قائد حزب اختلاف: میری گزارش ہوگی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا قرارداد کی حق میں ہیں؟ میں۔ جی ایک سیکنڈ بات کریں۔

میر احمد نواز بلوچ: نصر اللہ زیرے اور دوسرے دوستوں نے پر اس پر زیادہ بحث کی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی جی ہم لوگوں نے سنا۔

میر احمد نواز بلوچ: اُس دن جو نصیر آباد کا بھی یہی مسئلہ تھا جو وہاں کے زمیندار اور کسان آئے تھے تو یہی رونا پیٹھ

رہے تھے اُس کے لئے نو کرنی کمیٹی جو بنی، میرے اس مسئلے کو بھی اگر اسی کمیٹی، یا اُس کمیٹی کو active کیا جائے تاکہ

مسئلہ کا حل ہو۔

- جناب ڈپٹی اسپیکر: جی آپ بات کرنا چاہتے ہیں؟ جی کریں دو منٹ بلیدی صاحب پھر اُس کے بعد آپ۔
- جناب مائٹس جانسن: شکریہ۔
- جناب ڈپٹی اسپیکر: اسی قرارداد کے متعلق بات کرنا ہے؟
- جناب مائٹس جانسن: جی ہاں اس قرارداد کی میں مکمل حمایت کرتا ہوں اور اس میں اقلیتوں کی قبرستان جو گورنمنٹ نے قبضہ کر لی ہے
- جناب ڈپٹی اسپیکر: گورنمنٹ نے قبرستان پر قبضہ کی ہے؟
- جناب مائٹس جانسن: جی ہاں میں بتاتا ہوں سر! اس گورنمنٹ میں نہیں ڈھائی سال۔
- جناب ڈپٹی اسپیکر: اچھا کچھلی گورنمنٹ میں؟
- جناب مائٹس جانسن: جی ہاں لائیو اسٹاک ڈیپارٹمنٹ نے پشین قبرستان پر قبضہ کی پھر دوبارہ قبرستان گورنمنٹ نے دیا وہ قبرستان جو ہے اُس پر بھی قبضہ ہے۔ چن میں یہی صورت حال ہے۔
- جناب ڈپٹی اسپیکر: پشین کے تین MPA ہیں وہ آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں۔
- جناب مائٹس جانسن: دیکھیں سر! انکو پتہ ہے کہ پشین کے قبرستان کی میں بات کر رہا ہوں۔
- جناب ڈپٹی اسپیکر: اچھا اچھا۔
- جناب مائٹس جانسن: اور سب میں قبرستان جس کو allot کیا گیا اور وہ ہندہ کمیونٹی کی ہے بلیمینگس کو بھی کچھ زمین % 25 یا % 20 دی ہوئی ہے، اُن کے قبرستان پر بھی قبضہ ہے تنازعہ ہے اور اسی طرح یہ ہماری جو رہائشی اسکیمیں ہیں قبضہ کئے ہیں چلتن ہاؤسنگ سکیم مسیحیوں کی زمین تھی، ایئر پورٹ پر جو تھا نہ ہے وہ بھی مسیحیوں کی زمین تھی۔ تمام زمینوں پر قبضہ کیا جا رہا ہے یہ سرکلروڈ پر ایک بس اڈہ ہے اُس کی ہسٹری بھی ایسی ہے کہ چالیس لاکھ پروہ سرکار نے لے لیا ہے اور چالیس لاکھ کی وہاں ایک دکان نہیں ملتی۔ اس کے بجائے جگہ دی جائے مسیحیوں کو بھیجا جائے۔ جتنی بھی زمینیں ہیں پورے بلوچستان اور خصوصی طور پر قبرستان کے اب خاص طور پر مسئلہ ہے اُس کیلئے التماس سے دعا گوں ہوں ان سے کہ مسیحیوں کیلئے اور تمام اقلیتوں کیلئے جو قبرستان کیلئے جگہ فراہم کی جائیں۔
- جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ اس کے متعلق آگلے سیشن میں ایک question لائیں تاکہ میں ان سے پورا ریونیو ریکارڈ منگواؤں اور ہم لوگ اس معاملے کو نمٹا سکیں۔
- جناب مائٹس جانسن: میں نے اکثریت۔
- جناب ڈپٹی اسپیکر: کیونکہ یہ قرارداد الگ ہے قرارداد کی کوئی اور موقوف ہے۔

جناب مائٹس جانسن: نہیں سراپا ہے کہ۔
 جناب ڈپٹی اسپیکر: اور آپ کی بات یقیناً، مجھے افسوس ہوا جو آپ نے بات کی specially قبرستان کے حوالے سے۔

جناب مائٹس جانسن: کوئٹہ میں یہ صورتحال ہے قبرستان کا۔
 جناب ڈپٹی اسپیکر: وہ آپ مجھے فراہم کریں جو بھی آپ بتا رہے ہیں جن جن علاقوں میں ہیں اُن سے متعلق انشاء اللہ۔

جناب مائٹس جانسن: شکر یہ۔
 جناب مکھی شام لال: جناب اسپیکر!
 جناب ڈپٹی اسپیکر: قرارداد کے متعلق بات کر رہے ہیں؟

جناب مکھی شام لال: سر! میرے ساتھی نے جس طرح یہ قبضے کی بات کی ہے بہت افسوس ہے کہ گورنمنٹ خود اگر قبضہ کرے یہ بہت بڑی زیادتی ہے اقلیتوں کے ساتھ۔ تو مہربانی کر کے اگر واقعی قبضے جو کئے گئے ہیں اُنکو ہٹایا جائے اور overall جو بھی قبائلی زمینیں ہیں اُن پر جس طرح قبضے کئے جا رہے ہیں جس طرح مطلب دوسرے قسم کے لوگ آ کے قبضے گورنمنٹ سے کر رہی ہے۔ تو اُنکے ساتھ نا انصافی ہے قبائلوں کے ساتھ، قبائلوں کی پشتی زمینیں ہیں مہربانی کر کے اُنکے قبضے ہٹائیں جائیں اور اس قرارداد کی حق میں حمایت کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ۔ جی بلیدی صاحب۔
 وزیر خزانہ: اپوزیشن کی ساری باتیں مکمل ہو گئی ہیں تو حکومتی موقف لیا جائے۔
 جناب ڈپٹی اسپیکر: جی جی۔

وزیر خزانہ: جناب اسپیکر! جو ہمارے محرک ہیں جو قرارداد لائی ہے، basically اس قرارداد کا ہم اگر متن دیکھ لیں تو اس میں ایئر فورس اور بلوچستان پولیس پر براہ راست اُنہوں نے الزام لگائی ہے۔ جناب اسپیکر! اس میں کوئی دورائے نہیں ہے کہ بلوچستان قبائلی اور نیم قبائلی صوبہ ہے۔ یہاں کی جو سرزمین انہی قبائل کی ہیں اور یہی لوگ صدیوں سے یہاں رہ رہے ہیں بلوچ، پشتون، ہزارہ، یا کوئی اور قوم ہو۔ تو اس پر ہم کسی کی دورائے نہیں ہے۔
 جناب اسپیکر! اب بات یہ ہے کہ بلوچستان میں ایک revenue laws ہے۔ اب اس laws کے تحت جہاں بھی زمینوں کی جو بات آ جاتی ہے کسی دو آدمی کے درمیان یا دو قبائل کے درمیان یا کسی سرکاری ادارے کے درمیان تو اس کی ایک process ہوتا ہے جس میں court of law ہو جاتا ہے جس میں قاضی کورٹ ہے اُس میں سول

کورٹ ہے پھر آگے ہائی کورٹ ہے سپریم کورٹ ہے تو ہمیں اکثر دیکھنے میں آجاتا ہے کہ حکومت کے خلاف کافی petitions آئی ہوئی ہیں ہائی کورٹ میں چل رہی ہیں بہت دفعہ ہوا ہے کہ ہائی کورٹ نے حکومتوں کے خلاف فیصلے دیے ہیں پھر سپریم کورٹ میں لوگ گئے ہیں وہاں بھی خلاف دیئے ہیں۔ تو یہ سلسلہ چلتا آرہا ہے ہر جگہ پر دنیا میں ہر جگہ زمینوں کی تنازعہ آتی رہی ہے۔ اب میرے کہنا کا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں خدا نخواستہ جو کاسیوں کی زمین ہے اور اُن کے خلاف میں بول رہا ہوں۔ لیکن مقصد یہ ہے کہ وہ process follow کریں جس میں میں آپ کو ایک بات بتاتا چلوں کہ ہماری جو forces ہیں پولیس ہے سرکاری ادارے یہ خُدا نخواستہ عوام کی زمینوں پر قبضہ کرتے ہیں۔ اگر ہم یہاں بیٹھ کے قرارداد منظور کریں جی فلاں ادارے نے فلاں پولیس نے یا فلاں لیویز نے جا کے قبضہ کر دیا تو یہ مناسب نہیں چونکہ یہ پوری بلوچستان کی نمائندہ اسمبلی ہے یہاں اسی اسمبلی سے حکومت بنی ہے ایک system ہے جس میں سارے ڈیپارٹمنٹ بھی حکومت کے ہیں اور یہاں اسمبلی میں ہم بیٹھ کے اپنے ہی اداروں کے خلاف قراردادیں منظور کرتے رہے تو میری گزارش یہ ہے کہ بجائے اس کو ہم politicized کریں اداروں کو یہاں اُچھالیں، پولیس کی بھی اپنی قربانیاں ہیں انہوں نے یہاں دہشت گردی میں کافی جانیں ضائع کی ہیں، ایئر فورس کی اپنی قربانیاں ہیں پاک فورس کی اپنی قربانیاں ہیں۔ تو اسکی due process ہے وہ apply کریں اگر خُدا نخواستہ کسی کی زمین کسی کے ساتھ اگر کوئی نا انصافی ہوئی ہے تو وہ court of law میں جائیں وہاں apply کریں وہاں درخواست دے دیں اپنی مؤقف بیان کریں عدالتیں یہاں آزاد ہیں definitely اُنکے حق میں فیصلہ آجائیگا۔ اور دوسری بات جناب اسپیکر! تین چار دن پہلے یہاں اسمبلی کے سامنے احتجاج ہوا تھا اُس میں آپ نے مجھے مٹھا خان صاحب ملک نصیر صاحب اور اصغر ترین صاحب کو آپ نے بھیجا تھا ہم نے اُنکے ساتھ negotiate کیا اُنکا بھی اسی طرح کا کوئی معاملہ تھا۔ تو چونکہ اب ہماری اسمبلی بہت سی چیزوں کا ہمیں پتہ نہیں ہوتا اُن کیلئے کچھ چیزیں یہاں تو اور طرح نظر آتی ہے لیکن جب اُنکی آپ باریکی میں جائیں گے اُنکی مزید تحقیقات کریں گے تو کچھ اور چیزیں نکل آجاتی ہیں۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ اس قرارداد کو فی الحال منظور نہ کریں۔ وہ کمیٹی جو اسمبلی اور گورنمنٹ بنائے گی، جہاں جہاں اس طرح کے واقعات ہوئے ہیں اُنکے نمائندوں کو اُنکے حلقے کے representatives کو اور روینو والوں کو منسٹر روینو کو اُنکی ایک کمیٹی بنا دی جائے اور وہ جا کے دیکھ لیں کہ اصل حقائق کیا ہیں۔ جب حقائق اسمبلی کے سامنے آجائیں گے تو پھر بیشک اسمبلی قرارداد منظور کرے۔ لیکن آپ قبل از وقت اب یہ لگ رہا ہے کہ جیسے آپ یہاں قرارداد میں ایئر فورس کو قبضہ گیر بنایا ہوا ہے، پولیس کو قبضہ گیر بنایا ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ بلیدی صاحب! آپ نے اپنا مؤقف پیش کر دیا۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر خزانہ): اب یہ مناسب بھی نہیں ہے کہ ہم اپنے اداروں کو قبضہ گیر بنادیں اور اسمبلی میں قراردادیں پاس کریں۔ تو میری اپوزیشن سے درخواست ہے کہ وہ اپنی قرارداد کو withdraw کریں اس پر already کمیٹی ہم بنائیں گے اُس میں تحقیقات کریں گے جو بھی ہوگا جن کے ساتھ نا انصافی وزیادتی ہوئی ہے اُنکو انشاء اللہ انصاف دیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکریہ۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! ایسا ہے کہ جس طرح ملک صاحب نے کہا کہ اسمبلی کی 1992ء میں ایک کمیٹی بنی تھی لیکن اُس کمیٹی کے سفارشات پر عملدرآمد نہیں ہو رہی ہے۔ عدالتوں کے فیصلوں پر عملدرآمد نہیں ہو رہا۔ آج لوگ مجبور ہیں لوگ آپس میں لڑ جائیں اگر یہ زمین غیر قانونی طور پر کسی کو allot کی گئی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ تشریف رکھیں قرارداد پر رائے شماری کرتے ہیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! قرارداد کو آپ منظور کرائیں رائے شماری کریں

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا قرارداد نمبر 70 منظور کی جائے؟ جو اسکے حق میں ہیں وہ ہاتھ اٹھائیں۔
قرارداد نمبر 70 منظور ہوئی۔

کوئی رکن اسمبلی ذیل سرکاری کارروائی نمٹانے کے لیے قواعد و انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 24 کا تقاضوں سے exempt قرارداد دینے کے بابت قاعدہ نمبر 225 کے تحت تحریک پیش کرے۔
جناب دینش کمار: میں دینش کمار رکن اسمبلی ذیل سرکاری کارروائی نمٹانے کے لیے قواعد و انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 24 کا تقاضوں سے exempt قرارداد دینے کی بابت قاعدہ نمبر 225 کے تحت تحریک پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ آیا تحریک منظور کی جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ لہذا چیئر پرسن مجلس برائے محکمہ ملازمتہائے عمومی نظم و نسق، بین الصوبائی رابطہ، قانون و پارلیمانی امور، پراسیکیوشن و انسانی حقوق! وزیر اعلیٰ بلوچستان و صوبائی وزراء کے (مشاہرات، مواجبات و استحقاقات) کے (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 20 مصدرہ 2019ء) کی بابت مجلس کی رپورٹ پیش کریں۔

وزیر محکمہ سماجی بہبود: میں بحیثیت مجلس برائے محکمہ ملازمتہائے عمومی نظم و نسق، بین الصوبائی رابطہ، قانون و پارلیمانی امور، پراسیکیوشن و انسانی حقوق، وزیر اعلیٰ بلوچستان و صوبائی وزراء کے (مشاہرات، مواجبات و استحقاقات) کے (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 20 مصدرہ 2019ء) کی بابت

مجلس کی رپورٹ پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مجلس کی رپورٹ پیش ہوئی۔ وزیر محکمہ ملازمتہائے عمومی نظم و نسق! وزیر اعلیٰ بلوچستان و صوبائی وزراء کے (مشاہرات، مواجبات و استحقاقات) کے (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 20 مصدرہ 2019ء) کی بابت تحریک پیش کریں۔

جناب ونیش کمار: میں ونیش کمار، وزیر محکمہ ملازمتہائے عمومی نظم و نسق کی جانب سے تحریک پیش کرتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ بلوچستان و صوبائی وزراء کے (مشاہرات، مواجبات و استحقاقات) کے (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 20 مصدرہ 2019ء) کو مجلس کی سفارشات کے بموجب فی الفور زیر غور لایا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ آیا وزیر اعلیٰ بلوچستان و صوبائی وزراء کے (مشاہرات، مواجبات و استحقاقات) کے (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 20 مصدرہ 2019ء) کو مجلس کی سفارشات کے بموجب فی الفور زیر غور لایا جائے؟ ہاں یا نہیں میں جواب دیں۔ تحریک منظور ہوئی۔ وزیر اعلیٰ بلوچستان و صوبائی وزراء کے (مشاہرات، مواجبات و استحقاقات) کے (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 20 مصدرہ 2019ء) کو مجلس کی سفارشات کے بموجب فی الفور زیر غور لایا جاتا ہے۔

وزیر محکمہ ملازمتہائے عمومی نظم و نسق! وزیر اعلیٰ بلوچستان و صوبائی وزراء کے (مشاہرات، مواجبات و استحقاقات) کے (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 20 مصدرہ 2019ء) کی بابت اگلی تحریک پیش کریں۔

جناب ونیش کمار: میں ونیش کمار، وزیر محکمہ ملازمتہائے عمومی نظم و نسق کی جانب سے تحریک پیش کرتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ بلوچستان و صوبائی وزراء کے (مشاہرات، مواجبات و استحقاقات) کے (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 20 مصدرہ 2019ء) کو مجلس کی سفارشات کے بموجب منظور کی جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ آیا وزیر اعلیٰ بلوچستان و صوبائی وزراء کے (مشاہرات، مواجبات و استحقاقات) کے (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 20 مصدرہ 2019ء) کو مجلس کی سفارشات کے بموجب منظور کیا جائے؟

تحریک منظور ہوئی۔ وزیر اعلیٰ بلوچستان و صوبائی وزراء کے (مشاہرات، مواجبات و استحقاقات) کے (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 20 مصدرہ 2019ء) کو مجلس کی سفارشات کے بموجب منظور کیا جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- مورخہ 18 نومبر 2019ء کی اسمبلی نشست میں باضابطہ شدہ تحریک التوا نمبر 1 پر بحث۔ جی قادر علی نائل صاحب۔

جناب قادر علی نائل: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب اسپیکر! شکریہ۔ میری تحریک کوئٹہ شہر میں گیس کے پریشر کی کمی کے حوالے سے تھی۔ آپ کا شکریہ کہ آپ نے اس پر بحث کا آغاز کیا۔ آپ کے نوٹس میں ہے کہ سردیوں کی آمد بلکہ گرمیوں کے دوران بھی ہم نے دیکھا کہ کوئٹہ شہر میں گیس پریشر انتہائی کم تھی جس کی وجہ سے یہاں کے لاکھوں صارفین کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اب سردی آئی اور قبل از وقت آئی ہے تو اس دوران جو کوئٹہ کے نواحی علاقے ہیں جیسے گل علی، ہزار ٹاؤن، سردار کاریز، پشتون باغ، فیصل ٹاؤن سریاب ان علاقوں میں دو تین مہینے سے گیس ہی نہیں ہے جس کی وجہ سے روزانہ لوگ احتجاج کر رہے ہیں۔ گیس کی دفاتر جاتے ہیں۔ جناب اسپیکر! بلوچستان میں اس وقت 2 لاکھ 80 ہزار صارفین ہیں گیس کی اور کوئٹہ میں 1 لاکھ 90 ہزار صارفین ہیں۔ جو میرا حلقہ ہے وہاں 42 سے 45 ہزار صارفین ہیں۔ اور 1 لاکھ 98 ہزار صارفین میں اس وقت جو گیس کمپنی کو جن نقصانات کا سامنا ہے۔ صارفین کے ذمہ وہ 20 ملین روپے واجب الادا ہیں گیس کمپنی کے۔ جو غیر قانونی طور پر گیس استعمال کرتے ہیں اور ان کے خلاف کارروائی نہیں کی جاتی۔ اور آج بھی گیس کمپنی losses 70% پر چل رہی ہے۔ تو اب issue یہ ہے کہ گیس پریشر بڑھائی کیوں نہیں جاتی؟ جب ہم گیس کمپنی کے حکام سے رابطہ کرتے ہیں تو ہمیں کہا جاتا ہے کہ چونکہ کمپنی losses میں جا رہی ہے اس وجہ سے اگر ہم گیس پریشر میں اضافہ کرتے ہیں تو ہماری losses بڑھ جاتے ہیں اس وجہ سے وہ losses اضافہ نہ کرنے کے لیے وہ پریشر بھی کم ہی رکھتے ہیں۔ ایک دو بار جب احتجاج ہوتا ہے تو دو دن، تین دن کے لیے اگرچہ پریشر آجاتا ہے لیکن مجموعی طور پر گیس پریشر بالکل نہ ہونے کی برابر ہے۔ اسی طرح جو دوسرا issue گیس سے جڑا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ کوئٹہ شہر میں تیز رفتار میٹرز لگائے جا رہے ہیں۔ اس میں کمپنی کے اہلکار جاتے نہیں ہیں کہ جا کر check کر لیں کہ آپ کا میٹر خراب ہے یا اس کے ساتھ کوئی issue ہے بلکہ گیس کمپنی بل کے ذریعے 12 ہزار روپے اضافی رقم بھیجتی ہے۔ اور جب صارف گیس کمپنی آجاتی ہے شکایت کے لیے تو انہیں کہا جاتا ہے کہ آپ کا میٹر خراب ہے۔ لہذا نیا میٹر لگانا پڑے گا۔ جب نیا تیز رفتار میٹر لگایا جاتا ہے تو جناب اسپیکر اس میٹر میں 2400 unit اضافی ڈالتے ہیں اور یہ بنتا ہے کوئی 18 ہزار روپے۔ تو یہ تیز رفتار میٹرز کی تنصیب کوئٹہ کے شہریوں کے ساتھ، یہاں کے صارفین کے ساتھ ایک ظلم اور ایک ناانصافی ہے جو گیس کمپنی کی طرف سے جاری ہے۔ اور تیسرا جو مسئلہ ہے گیس سے جڑا ہوا وہ یہاں کا سلیب کا ہے اس سے پہلے بھی یہاں بات ہوئی تھی کہ باقی صوبوں میں یہ نہیں ہے لیکن کوئٹہ میں بلوچستان میں یہ ہے کہ اگر آپ پہلا جو سلیب ہے وہ

1 سے 50 unit کا ہے جس میں 4 روپے per unit charge کیا جاتا ہے۔ دوسرا سلیب میں وہ لوگ جب 51 unit سے بڑھ جاتے ہیں تو 11 روپے فی unit charge کرتا ہے۔ اسی طرح 4 سلیب ہے۔ تیسرا جو ہے وہ 101 unit سے شروع ہوتا ہے اور اُس میں 20 روپے ہوتے ہیں۔ اور چوتھا سلیب جو ہے 401 unit سے شروع ہوتا ہے جس میں 52 روپے فی unit خرچ ہوتے ہیں۔ یعنی اگر سردیوں میں آپ نے 400 unit خرچ کر لیا اُس کے بعد اگر آپ کو ایک کپ چائے بنانی پڑے تو اُس کے لیے اگر آپ کو پانی گرم کرنا پڑا تو آپ کو ایک کپ چائے 52 روپے میں پڑتا ہے۔ تو یہ نا انصافی جو ہے کوئٹہ کے عوام کے ساتھ ہو رہی ہے میری آپ سے گزارش ہے کہ کوئٹہ میں جو گیس کمپنی ہے اُن کے حکام اُن کے آفسران وہ انتہائی نا اہل ہیں اس حوالے کام نہیں کرتے ہیں۔ ہمارے حلقے کے reinforcement اسکیمیں پڑی ہوئی ہے، پرانی پائپ لائنیں چھھی ہوئی ہیں دو تین دہائیاں پہلے وہ تبدیل نہیں کی جا رہی ہے۔ reinforcement کے اسکیموں کے لیے ہیڈ آفس سے جو ہے منظوری لینی پڑتی ہے نہ ٹینڈر ہوتا ہے اُن کا۔ اور یہ معاملہ تقریباً پانچ، چھ سال سے چلا آ رہا ہے اور کوئی ٹینڈر نہیں ہوتا۔ اور کوئی نئی پائپیں نہیں بچھائی جاتی ہیں۔ اور complaint center کوئٹہ شہر میں کم ہے جس کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔ جناب اسپیکر! آپ سے میری یہ درخواست ہے کہ آپ جنرل مینجر سوئی سدرن گیس کمپنی کو طلب کر لیں اور کوئٹہ کے MPAs کے ساتھ انہیں بٹھائیں کہ issues کیا ہیں کیوں سردیوں میں ہمیں گیس فراہم نہیں کیا جاتی۔ کیوں یہ لوگ demand نہیں کرتے کہ اضافی گیس دے دیں ہمیں۔ اسی طرح اوگرا کو یہاں سے latter لکھا جائے، head office کو letter لکھا جائے تاکہ کوئٹہ کے جو صارفین ہیں اُن کی مشکلات میں کمی آجائیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ زیرے صاحب آپ بات کریں گے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے time دیا۔ میرے دوست کا تحریک التوا یقیناً بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس سے پہلے بھی ہم بولے تھے۔ لیکن میں کیا بولوں جناب اسپیکر! میں نے اُس دن بھی کہا تھا کہ ہم گیس زندگی بچانے کے لیے استعمال کرتے ہیں اور وہاں ضرورت کے لیے ہوتی ہے۔ اب فرق نہیں کیا جاتا ہے۔ یہاں گیس بالکل نہ ہونے کے برابر ہے۔ آپ پورا کوئٹہ لے لیں پشین مستونگ اور قلات لے لیں وہاں گیس کا نام و نشان نہیں ہے۔ جناب اسپیکر! ہم نے اس اسمبلی سے resolution پاس کیا تھا کہ یہاں یہ کہہ رہے ہیں کہ یہاں گیس صارفین ہمیں بل نہیں دیتے ہیں۔ گیس یہاں چوری ہوتی ہے۔ تو گیس کمپنی والوں نے کہا کہ آپ resolution پاس کریں اسمبلی سے کہ آپ fix billing کی طرف جائیں۔ ہم

نے کہا ٹھیک ہے ہم نے اس House august سے fix billing resolution pass کیا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: سالانہ کی بنیاد پر fix کرنا ہے؟

جناب نصر اللہ خان زیرے: جی ہاں انہوں نے پورا ایک formula طے کیا وہاں گئے وفاقی حکومت کے پاس حالیہ دنوں میں وفاقی وزیر صاحب یہاں تشریف لائے تھے ان کے سامنے یہ سوال رکھا گیا انہوں نے اس fix billing کو یکسر مسترد کر دیا اب ہم کہاں جائیں جناب اسپیکر! گیس پریش نہیں ہے۔ گیس پریشتر قصداً نہیں چھوڑا جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ پائپوں میں گیس نہیں ہے۔ گیس ہے اس لیے نہیں دے رہے ہیں کہ پھر کمپنی loss میں جائے گی۔ جب loss میں جائے گی تو یہاں کمپنی کے ذمہ داران کے خلاف اوپر سے کارروائی ہوتی ہے۔ لہذا ہم اپنے آپ کو بچانے کے لیے ہم یہاں لوڈ شیڈنگ کرتے ہیں۔ ہم پریشتر کم کرتے ہیں۔ جناب اسپیکر! آج کتنی سردی ہے اس کوئٹہ شہر میں۔ آج کتنی سردی ہوگی زیارت میں؟ آج کتنی سردی ہوگی پشین، قلات، مستونگ میں؟ لیکن گیس ہے ہی نہیں کہاں جائیں ہمارے لوگ؟ میں کہتا ہوں جناب اسپیکر یہ GM صاحب کی بات نہیں ہے یہ august House ہے۔ اتنا بڑا صوبہ جو ملک کا 43% ہے۔ 50% حصہ ہمارا رقبہ ہے۔ 1 کروڑ 23 لاکھ لوگ رہتے ہیں۔ ویسے یہ نہیں مانیں گے۔ جناب اسپیکر! میں ریکونسلٹروں کا کہ آپ اس ہاؤس سے ایک letter بھیج دیں وفاقی وزارت کو جو آپ کا سیکرٹری اوگرا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ زیرے صاحب! آپ ابھی بیٹھ جائیں۔ یہ قرارداد نہیں ہے۔ تحریک التوا ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: سیکرٹری پیٹرولیم اینڈ گیس ان کو آپ طلب کریں ان کے ساتھ آپ ہماری میٹنگ

کرواں تاکہ ہمارا یہ issue حل ہو جائے۔ thank you

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ زیرے صاحب۔ جی احمد نواز بلوچ صاحب۔

میر احمد نواز بلوچ: جو میرے colleagues نے تحریک التوا پیش کی ہے ہم اس کی مکمل حمایت کرتے

ہیں۔ مگر اس میں پورے بلوچستان میں جہاں جہاں بھی گیس ہے ان سب کو اس میں شامل کر کے وہ ڈرافٹ

بنایا جائے جو آپ نے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: یہ قرارداد نہیں ہے یہ صرف تحریک التوا ہے بس۔

میر احمد نواز بلوچ: تو اس میں پورے بلوچستان کو شامل کریں جہاں گیس ہے سر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ٹھیک ہے۔

میر احمد نواز بلوچ: جیسے زیرے بھائی نے کہا کہ ہم اپنی زندگیاں بچانے کے لیے گیس کی استعمال کرتے ہیں۔

آپ سریاب کا علاقہ دیکھیں آئے دن روڈ بلاک ہوتے ہیں اسی گیس کے خلاف۔ وہاں خواتین بچے روڈوں پر بیٹھتے ہیں اسی گیس پریشر کے کمی کے خلاف۔ مگر ہماری جو گیس اختیار دار ہیں انکو بھی سمجھ نہیں آرہی ہیں کہ ہم کیا کریں۔ جیسے انہوں نے کہا کہ وہ اپنی نوکریاں بچانے کے لیے ہماری زندگیوں کو تباہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ تو میں بھی اس تحریک التوا کی حمایت کرتا ہوں اور including سریاب اور پورے بلوچستان کی جہاں جہاں گیس ہے وہ سب شامل کریں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی ترین صاحب۔

جناب اصغر علی ترین: شکریہ اسپیکر صاحب! میری خواہش تو یہ تھی کہ یہ تحریک التوا پوری بلوچستان کے لیے ہوتی بالخصوص دیہاتی علاقوں کے لیے۔ مگر یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ جب گرمی آتی ہے تو ہم بجلی کے لیے روتے ہیں۔ جب سردی آتی ہے تو پھر ہم گیس کے لیے روتے ہیں۔ یہ سالوں سال ہی تماشاً چلتا آ رہا ہے۔ مگر جو ہماری فیڈرل گورنمنٹ ہے ان کو بالکل دلچسپی ہی نہیں ہے۔ اور وہ اس طرح نظر انداز کرتی ہے کہ جیسے کچھ ہوا بھی نہیں ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! جیسے کہ آپ کو معلوم ہے بلوچستان میں گیس سردیوں میں وہ اپنی زندگی بچانے کے لیے استعمال کی جاتی ہے یہاں جیسے اور بھی ساتھیوں نے فرمایا کہ یہاں ٹمپر پینچر فی میں رہتا ہے۔ اور سردی اتنی سخت ہوتی ہے کہ آپ کو اپنی جان بچانا مشکل ہو جاتی ہے۔ اگر آپ کراچی کی بات کریں، سندھ کی بات کریں یا پنجاب کی بات کریں تو وہاں سردیوں میں بھی گیس وہ روزمرہ زندگی کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ لیکن بلوچستان سردیوں میں خاص طور پر اپنے بچوں کو اور اپنے خاندان کو اور اپنے آپ کو بچانے کے لیے استعمال میں لائی جاتی ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! بچیاں بھی اس وقت CSS کی امتحان کی تیاری کر رہے ہیں۔ PCS کی exams کی تیاری کر رہے ہیں۔ اس لوڈ شیڈنگ میں آپ مجھے بتائیں وہ کہاں جائیں گے کیا کریں گے؟ اس لوڈ شیڈنگ میں وہ کیا تیاری کریں گے وہ اس وقت ذہنی طور پر مفلوج ہو چکے ہیں یعنی گیس نہ ہونے کی وجہ سے۔ پھر دوسرا یہ ہے کہ جہاں گورنمنٹ نے پائپ لائن منظور کی ہے جہاں لائن بچھی ہوئی ہے کم از کم ان لوگوں کو گیس کی فراہمی کر دینی چاہیے۔ پہلے گیس نہیں تھی جناب اسپیکر! ٹیکسٹ نظام تھا، لکڑیاں جلائی، کونکہ جلا کر اپنی گزر بسر کی۔ سردیوں کے آنے سے پہلے لوگوں نے اپنا بندوبست کیا ہوا تھا۔ اپنے انتظامات کر رکھے تھے کہ سردی آرہی ہے تو وہ کونکہ اور کنگھہ جو کچھ بندوبست کر لیتے تھے۔ ابھی ہر بندہ گیس کو دیکھ رہا ہے مگر گیس کا پریشر ہی نہیں ہے۔ اور بالخصوص شہری علاقوں میں آپ دیہات کو تو چھوڑیں یعنی 22,22 گھنٹے، 20,20 گھنٹے لوڈ شیڈنگ کرتے ہیں۔ اگر دو گھنٹے گیس آتی بھی ہے تو اسکی پریشر ہوتی ہے کہ وہ نہ cooking purposes کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ نہ آپ اپنی زندگی بچانے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ تو

جناب اسپیکر صاحب! یہ daily کا routine بن چکا ہے وفاق کا۔ پچھلے سال آپ بھی میرے خیال سے اُس میٹنگ میں موجود تھے جو سرینا ہوٹل میں منعقد ہوئی تھی۔ ہمارے معزز ممبران بھی تھے۔ اُن کے MD اور GM صاحب نے خود یہ عرض کیا کہ یہاں گیس کی چوری ہوتی ہے۔ تو لہذا آپ fix billing کی طرف جائیں چاہئے گرمی ہو سردی ہو ایک خاندان تو اُس کے مطابق ہم بل cost کریں ہم نے کہا جی منظور ہے تو وہ بھی ہم نے اُس August House سے منظور کرایا۔ اور میری اطلاع کے مطابق وفاقی وزیر صاحب آئے ہوئے تھے اُن سے کچھ ممبران نے discuss کیا کہ یہ بل منظور ہو چکا ہے صوبائی اسمبلی میں fix billing کے حوالے سے، اُس پر اُنہوں نے کہا کہ جی یہ مجھے منظور نہیں ہے۔ ابھی جناب اسپیکر صاحب! اس کو سنجیدگی کے ساتھ لیا جائے اور GM کو call کیا جائے کہ آیا جو لوگ بل بھی دے رہے ہیں آپ کو پیسے بھی مل رہے ہیں لیکن اُس کے باوجود آپ کیوں گیس نہیں دے رہے ہیں۔ یعنی آپ قلعہ عبداللہ اور پشین دیکھ لیں جناب اسپیکر۔ میں آپ کو واقعہ سناؤں۔ تھوڑا وقت لوں گا میں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی بالکل۔

جناب اصغر علی ترین: گیس نکلتی ہے سوئی ڈیرہ بگٹی سے۔ آپ کے بلوچستان میں ایسے قریبی اضلاع ہیں جو گیس سے محروم ہیں۔ آپ سب سے پہلے اٹھائیں ڈیرہ بگٹی کے بعض علاقوں میں گیس نہیں ہے۔ قلعہ عبداللہ، چمن وغیرہ میں گیس نہیں ہے۔ لیکن پنجاب کے اُس اضلاع میں جائیں جہاں مطلب وہاں سفر کرنا مشکل ہے۔ وہاں ٹرانسپورٹ مطلب وہاں پہاڑی علاقہ ہے وہاں سفر کرنا مشکل ہے۔ بہت خطرناک سفر ہے لیکن اُس علاقے میں آپ جائیں آپ کو سردی میں 4-5 minus میں چاہئے 10 فٹ برف ہو، چاہئے 8 فٹ برف ہو، چاہے 3 فٹ برف ہو وہاں آپ کو گیس کی پریشر ملے گی۔ میرا خود ایک دفعہ جانا ہوا مری میں رات کو 3 فٹ برف پڑی ہوئی تھی لیکن جس ہوٹل میں قیام پذیر تھا۔ میں نے وہاں دیکھا تو گیس کا اتنا پریشر تھا کہ آپ نہیں مانیں گے۔ اور یقیناً ہمیں بڑا دکھ ہوا بڑا، افسوس ہوا کہ بھئی ہمارے صوبے سے گیس نکل رہی ہے، معدنیات ہمارے صوبے کی ہے اور خزانہ ہمارے صوبے کا ہے لیکن مستفید کوئی اور ہو رہا ہے۔ سب سے پہلے مستفید تو ہمارے صوبے کو ہونا چاہیے۔ فائدہ ہمیں ملنا چاہیے، ہمارے عوام کو ملنا چاہیے بل بھی ہم دے رہے ہیں۔ اور ان کے ساتھ ہم کو آپریٹ بھی کر رہے ہیں۔ لیکن یہ بڑا لمحہ فکر یہ ہے کہ ڈیرہ بگٹی قلعہ عبداللہ ہرنائی کو دیکھ لیں وہ نظر انداز ہیں۔ اگر کوئٹہ میں جیسے ہمارے نصر اللہ زیرے بھائی اور احمد نواز صاحب نے کہا کہ کوئٹہ شہر میں گیس کا پریشر نہیں ہے۔ لہذا اس پر ہماری گزارش ہے کہ ظہور صاحب تشریف فرما ہیں وفاق سے اس کا مسئلہ اٹھائیں لوگ سردی سے مر رہے ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ روننگ دیں

آپ GM کو بلائیں اپنے چیئرمین میں بٹھائیں کوئی سرزنش کریں تاکہ لوگ کم از کم اپنی زندگی تو بچاسکیں۔ بہت شکریہ جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ ترین صاحب۔ ملک صاحب میرے خیال سے اس پر بہت بحث و مباحث ہو گیا۔ میں رولنگ دیتا ہوں دیش، ظہور بھائی! اس کو conclude کریں۔ جی۔

وزیر خزانہ: جناب اسپیکر صاحب! وفاقی وزیر عمر ایوب صاحب آئے تھے تو وہاں عبدالخالق ہزارہ صاحب اور مبین صاحب نے یہ جوگیس والا معاملہ ہے ان کے ساتھ take up کیا تھا۔ تو GM وہاں بیٹھے ہوئے تھے وہ کہہ رہے تھے کہ جی یہ جو losses ہیں وہ بہت زیادہ ہیں پھر وہاں جو conclude ہوا تھا وہ یہ تھا کہ جی کوئٹہ کی جتنے بھی گیس پائپ لائنز ہیں ان کو تبدیل کریں گے اور اس حوالے سے عمر ایوب صاحب نے clear-cut direction دی GM کو کہ جو بھی آپ کا PC-1 طریقہ کار ہے وہ بنا کر بھیجیں ہم فاق سے فنڈ جاری کریں گے۔ جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں یہ PC-1 پچھلے سال سے میرا خیال ہے تیار ہو رہا ہے۔ شکریہ میں اس پر رولنگ دیتا ہوں ملک صاحب مختصر بات کریں۔

قائد حزب اختلاف: جی میں مختصر بات کروں گا۔ جناب اسپیکر صاحب! بلوچستان اسمبلی سے اس حوالے سے قرارداد پاس ہو چکی ہے اور وہ قرارداد بلوچستان کی 1 کروڑ 23 لاکھ عوام کی قرارداد ہے۔ اب اس قرارداد کو meaningless قرار دیا جائے تو اس کی پاسداری کی ہوگی جناب؟ تو آپ کی ہوگی اور پھر وزیر اعلیٰ صاحب ہوگی اور ان وزراء حضرات کی ہوگی۔ میری گزارش یہ ہے کہ اگر یہ قرارداد یہاں سے پاس ہوتی ہے تو یہ وفاقی حکومت کے ساتھ اس کو takeover کیا جائے اور اس پر یہ بلوچستان کی اس اسمبلی کی بھی پھر توہین ہے ان تمام ممبران کو چاہیے وہ ٹریڈی بنج کے ہیں یا اپوزیشن کے ان سب کی توہین ہے۔ میری گزارش ہے کہ اگر اس قرارداد کو follow کیا جائے تو یہ مسائل حل ہوں گے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ ملک صاحب۔ جی شاہوانی صاحب دو منٹ بات کریں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: میرے دوست جنہوں نے یہ قرارداد لائی ہے بڑی کنجوسی کا مظاہرہ تو اس نے کیا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک التوا ہے ملک صاحب۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: sorry تحریک التوا ہے۔ قرارداد اس لیے میں نے کہا کہ یہ بیٹھے ہوئے ہیں ہم سب

اس کی حمایت کرتے ہیں اس کو قرارداد کی شکل میں لایا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ چونکہ ہو نہیں سکتا اس سے متعلقہ محکمہ والوں کو بولتے ہیں ملک صاحب ان سے تفصیلی

بریفنگ لیتے ہیں جی

ملک نصیر احمد شاہوانی: ایک چھوٹی سی بات میں ضرور کروں گا جناب اسپیکر صاحب! کہ یہ صرف یہاں سے یہ مسئلہ حل نہ ہونے والا ہے۔ تھوڑی سی گیس کی پریشر بڑھ جاتی ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! ہماری طرف تو سارے روڈیں بند ہیں ہم پھر کیا کرتے ہیں وہاں بچوں اور عورتوں کو اٹھا کر ان کے پاس میٹر لے آتے ہیں کہ خدا کے لیے آپ اس کی دو چوڑی یا تین چوڑی بڑھا دیں۔ پوری صوبائی گورنمنٹ جو ہے میرے خیال میں کچھلی دفعہ جو سرباب روڈ بند ہوا تھا۔ پولیس والے بھی تھے وہ مجھے فون کر رہے تھے۔ کہ آپ آجائیں اور میرے خیال میں ایسے مواقع پر جب پوری روڈ بند ہے۔ 10 لاکھ کی آبادی ہے۔ تو یہ ایک اہم مسئلہ اس لیے بھی ہے۔ جناب اسپیکر! کہ اس وقت میرے ساتھ تقریباً 6 سو کے قریب بلیں پڑی ہوئی ہیں۔ وہ 21 ہزار سے لیکر 1 لاکھ 10، 15 ہزار روپے تک ہیں۔ لوگ یہ بلیں نہیں دے سکتے ہیں۔ یہ خاص کر بلوں کا مسئلہ ہے۔ جس طرح میرے دوست نے کہا کہ تیز رفتار میٹر اور پھر یہ ٹریف ہماری جس طرح دوست نے کہا کہ 1 سے 50 تک جب ہمیں استعمال کریں تو 4 روپے اور جب 50 سے ایک یونٹ بھی بڑھ جائے گا۔ وہ فوراً یعنی واپس وہی ایک والا وہ 11 روپے یعنی یہ نہیں کہ 51 والا وہ 11 یعنی پہلے یہی سارے پھر اس کے بعد جناب اسپیکر صاحب! سو بعد 32 پھر 3 سو 1 کے بعد 52 روپے تک چلا جاتا ہے۔ اور سردیوں میں ہمارے یہاں یہ بالکل اس طرح بڑھ جاتا ہے کہ ہر تین گھر والا چولہا اگر آج کا میٹر ہے اگر آپ جلائیں تو وہ تقریباً میرے خیال میں یہ 1 لاکھ روپے سے کم کا بل نہیں آئے گا۔ اگر یہ میٹر چلتا رہا ہے یہ بہت بڑا مسئلہ ہے۔ غریبوں کی بس سے باہر ہے ابھی گیس۔ میٹروں اتنے تیز لگے ہوئے ہیں کہ ہر میٹر کو یہ تبدیل کر رہے ہیں۔ آپ GM کوکل فوری بلائیں۔ لیکن MD کے لئے آپ ایک لیٹر لکھیں اور میر ظہور صاحب اس وقت بیٹھا ہوا ہے حکومتی اراکین میں سے میرے خیال میں جب تک حکومت کی طرف سے وفاق کو کوئی لیٹر نہیں جائے گا۔ خصوصاً جو قرارداد ہم نے یہاں پاس کی اگر وہ ایک کمیٹی بناتے ہیں مشترکہ۔ اس گیس کے مسئلے پر ہم سب مشترکہ جا کر، ہم نے وہ قرارداد والی بات کی تھی کہ سالانہ آپ کو گیس کی سبسائیڈی 21 ہزار ماہانہ آپ ادا کریں گے۔ اگر وہ ہمیں دے دیا جائے، جس طرح بجلی کی سبسائیڈی ہے تو پھر یہ بہت زبردست ہمارے بلوچستان میں کام ہوگا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ ملک صاحب! تو ایم ڈی کوکل بلا لیں یا سوموار والے دن آپ لوگ کیا رائے دیتے ہیں؟ اچھا صحیح ہے، اس کے متعلق ایم ڈی کو سوموار والے دن بلوچستان اسمبلی طلب کیا جاتا ہے۔ وہ پھر ہم لوگ آپ کو بتادیں گے کیونکہ ان کو اسلام آباد سے بلانا ہوگا flight سے متعلق پھر آپ نہیں ایم ڈی اسلام آباد میں ہے۔ اب میں گورنر کا حکم نامہ پڑھ کر سناتا ہوں۔

ORDER.

In exercise of the power conferred on me by Article 109(b) of the constitution of Islamic Republic of Pakistan 1973 I Justice Retired Amanullah Khan Yasenzai as a Governor of Balochistan hereby order that on conclusion of business the session of the provincial assembly of Balochistan shall stand prorogued on Thursday the 21st November 2019.

اب اسمبلی کا اجلاس غیر معینہ مدت تک کیلئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس رات 08 بجکر 35 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)

☆☆☆